ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
6تا12دسمبر 2007ء/25ذوالقعدہ تا یکم ذوالحجہ 1428ھ
www.tanzeem.org

عقیدۂ توحید کی خصوصیات

خالص اور کامل عقیدۂ توحید کے اندر انسان کے لئے بے حد کشش اور جاذبیت ہے۔ اس وقت دنیا میں فقط مسلمان ہی ایک قوم ہے، جس کا ایک حصہ خالص اور کامل عقیدۂ توحید کا حامل ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ تا قیامت حق پر رہے گا۔ بعض اور قومیں بھی خدا کو مانتی ہیں، لیکن مسلمانوں کے ہاں خدا کا عقیدہ ان کے عقیدہ سے تین باتوں میں مختلف ہے۔

اوّل یہ کہ وہ شرک کی تمام آلائشوں سے پاک ہے۔ خدا کے عقیدہ کی پاکیزگی، صحت اور صفائی پر جتنا زور اسلام نے دیا ہے، کسی اور مذہب نے نہیں دیا۔

دوئم، یہ کہ وہ انسان کی قدرتی عملی زندگی کے تمام شعبوں پر جن میں سیاست، اخلاق، معاشیات، قانون، تعلیم اور جنگ بھی شامل ہیں، حاوی ہے۔ دوسری قومیں خدا کے عقیدہ کو فرد کا ایک نجی معاملہ سمجھتی ہیں، جس کا اس کی جماعتی زندگی سے (جو ان کے خیال میں بہرحال سیکولر رہنی چاہیے) کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔

سوئم، یہ کہ مسلمانوں کے ہاں عقیدۂ توحید کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو تو یہ ہے کہ خدا اور فقط خدا ہی کائنات اور انسان کا خالق اور مالک ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ انسان کے دل میں خدا اور فقط خدا ہی کی محبت اور خواہش ہے۔ انسان کی باقی تمام جہتیں اور خواہشیں اس لئے ہیں کہ وہ اس بڑی محبت یا خواہش کے ماتحت رہ کر اس کی خدمت گزاری کریں۔ گویا انسان ہمہ تن خدا کی محبت کا ایک جذبہ ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

ڈاکٹر محمد رفیع الدین

اس شمارے میں

"ہنوز دلی دور است"
کامیابی اور ناکامی کا قرآنی تصور
کوّا چلا ہنس کی چال
پاکستان کے ایٹمی اثاثے اور امریکی عزائم
سنت کا حقیقی مفہوم
کھلا دشمن
پختہ ایمان
متحدہ اسلامی محاذ کی صف بندی
میچورٹی
عالم اسلام

الھدیٰ (300)

سورۃ الانعام

(آیات 68 تا 70)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ڰ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾

''اور جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہے ہوں تو اُن سے الگ ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ اور باتوں میں مصروف ہو جائیں۔ اور اگر (یہ بات) شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ اور پرہیز گاروں پر اُن لوگوں کے حساب کی کچھ بھی جواب دہی نہیں ہاں نصیحت تا کہ وہ بھی پرہیز گار ہوں۔ اور جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے اُن کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے اُن سے کچھ کام نہ رکھو۔ ہاں اس (قرآن) کے ذریعے سے نصیحت کرتے رہو تا کہ (قیامت کے دن) کوئی اپنے اعمال کی سزا میں ہلاکت میں نہ ڈالا جائے۔ (اُس روز) اللہ کے سوا نہ تو کوئی اُس کا دوست ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا۔ اور اگر وہ ہر چیز (جو روئے زمین پر ہے بطور) معاوضہ دینا چاہے تو وہ اس سے قبول نہ ہو، یہی لوگ ہیں کہ اپنے اعمال کے وبال میں ہلاکت میں ڈالے گئے۔ اُن کے لئے پینے کو کھولتا ہوا پانی اور دکھ دینے والا عذاب ہے، اس لیے کہ کفر کرتے تھے۔''

سورۃ النساء کی آیت 140 میں بتایا گیا تھا کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور اُن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو تم وہاں مت بیٹھو۔ یہی بات اب یہاں بیان ہو رہی ہے کہ جب تم دیکھو ان لوگوں کو جو ہماری آیت میں مین میخ نکال رہے ہیں تو اُن سے الگ رہے۔ اردو میں لفظ ''غور وخوض'' استعمال ہوتا ہے۔ یہ دونوں الفاظ عربی کے ہیں۔ ان کا معنی ہے کسی معاملے پر گہرے انداز سے سوچنا، مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینا۔ مگر ''غور'' مثبت انداز کے لئے استعمال ہوتا ہے جبکہ ''خوض'' میں منفی انداز پایا جاتا ہے۔ جب مخالفین قرآن کی آیات میں خوض کر رہے ہوں یعنی خواہ مخواہ بال کی کھال اتار رہے ہوں تو تم اُن سے کنارہ کشی اختیار کرو، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں پھر تم اُن کے پاس جا سکتے ہو۔ اور اگر کبھی ایسا ہو کہ تم اُن کی مجلس میں بیٹھے ہو اور وہاں ہماری آیات کے بارے میں نازیبا گفتگو شروع ہو جائے اور شیطان تمہیں بھلا دے اور کچھ دیر تمہیں اس کا احساس نہ رہے کہ یہ لوگ کس بات میں لگ گئے ہیں تو جب یاد آئے تو وہاں سے اُٹھ جاؤ اور ان ظالم لوگوں کے ساتھ بیٹھے نہ رہو، بلکہ احتجاجاً وہاں سے چلے جاؤ۔ ہاں چلے جانا باوقار اور خوبصورت انداز میں ہو، کیونکہ دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں پھر بھی تو اُن کے پاس آنا ہوگا۔ اگر تلخ رویے کے ساتھ اُٹھے تو دوبارہ ان کے ہاں جانے میں ہچکچاہٹ ہوگی۔

ہاں جو لوگ خود تقویٰ کی روش اختیار کرتے ہیں، اُن پر اُن ظالموں کے حساب کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ لیکن یہ یاد دہانی ہے تا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔

اور چھوڑ دو ایسے لوگوں کو جنہوں نے دین کو کھیل تماشا بنا لیا ہے۔ دین کے متعلق ہنسی اور مذاق کی باتیں کرتے ہیں، اسلام کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ اُن کی ساری تگ ودو اور دوڑ دھوپ دنیا بنانے اور مال جمع کرنے میں ہے خواہ وہ حلال سے ہو یا حرام سے ہو۔ اور آپ اس قرآن کے ذریعہ سے تذکیر کیجئے۔ مبادا کوئی شخص اپنی کرتوتوں اور رنگ رلیوں کے عوض گرفتار عذاب ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر اس شخص کے لئے اللہ کے سوا یا اللہ کے مدمقابل کوئی بچانے والا نہ ہو گا، نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ شفاعت کرنے والا۔

آیۃ الکرسی کے ضمن میں شفاعت کی حقیقت بیان ہو چکی۔ یعنی شفاعت حق کی کچھ شرائط اور حدود ہیں۔ اگر شفاعت کو حدود وشرائط سے آزاد کر دیا جائے تو ایمان بالآخرۃ بے معنی ہو جائے گا۔ کیونکہ جب چھڑانے والے موجود ہوں گے تو ڈر کاہے کا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ ع جو بھی کچھ ہیں تیرے محبوب کی امت میں ہیں۔ شرابی ہیں، چور ہیں، ڈاکو ہیں، قاتل ہیں، حرام خور اور غبن کرنے والے ہیں۔ جو بھی کچھ کرتے ہیں، کوئی فکر نہیں، کوئی گرفت نہیں، کیونکہ تیرے محبوب کی امت میں تو ہیں جب یہ انداز فکر پیدا ہو جائے تو اب آدمی خواہ مخواہ کی پابندیاں کیوں برداشت کرے۔ پھر تو حال یہ ہوگا کہ جائز ناجائز حلال حرام جو کچھ کر سکتے ہو کر لو، آگے کی کوئی فکر نہیں۔ مگر یہ خیال خام ہے۔ وہاں پکڑا جانے والا اگر ہر چیز کو بھی فدیہ دینا چاہے تو بھی قبول نہیں کی جائے گی اور نہ ہی وہ عذاب کی گرفت سے آزاد کیا جائے گا۔ یہ لوگ وہی ہیں جو اپنے کرتوتوں کے عوض عذاب میں گرفتار ہو چکے ہیں۔ ان کو پینے کے لئے کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہوگا۔ اس لئے کہ وہ کفر کی روش اختیار کئے ہوئے تھے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

اہل وعیال پر خرچ کرنا صدقہ ہے

عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلٰى اَهْلِهٖ وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهٗ صَدَقَةٌ))

(متفق علیہ)

حضرت ابومسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی صاحب ایمان بندہ اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرے تو وہ اس کے حق میں صدقہ ہوگا (اور وہ عنداللہ ثواب کا مستحق ہوگا)۔''

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 16 — 6 تا 12 دسمبر 2007ء — 25 ذوالقعدہ تا یکم ذوالحجہ 1428ھ — شمارہ 44

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''ہنوز دلی دور است''

تاریخ کی کتابوں میں درج ہے کہ محمد شاہ رنگیلا شراب کے تالاب کے کنارے نیم دراز تھا کہ پیغام بر پیغام لے کر آیا کہ دشمن کی فوج فلاں جگہ پہنچ کر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ محمد شاہ رنگیلا نے یہ پیغام پڑھا، پھر یہ کہہ کر کاغذ کے اس پرزے کو شراب کے تالاب میں غرق کر دیا: ''ہنوز دلی دور است''۔ آج ہمارا اور ہمارے حکمرانوں کا طرزِ عمل بھی اِس سے مختلف نہیں۔ کوئی دن نہیں جاتا جس میں کسی امریکی تھنک ٹینک نے امریکی حکومت کو یہ مشورہ نہ دیا ہو کہ پاکستان ایران سے زیادہ خطرناک ہے۔ وہاں عسکریت پسند اسلام آباد تک پہنچ چکے ہیں اور وہ کسی وقت بھی پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات پر قبضہ کر لیں گے۔ کوئی امریکی ایجنسی یہ انکشاف کر دیتی ہے کہ دہشت گرد اور انتہا پسند اسلام آباد میں اقتدار پر قبضہ کر کے دنیا کی سلامتی کو خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔ امریکہ کے ذمہ دار افسران اور کئی وزراء پاکستان کے عدم استحکام کی صورت میں امریکی ایکشن کا ذکر کر رہے ہیں۔ کنڈولیزا رائس پہلے ہی کہہ چکی ہے کہ حالات خراب ہونے کی صورت میں ہم پاکستان کے ایٹمی اسلحہ کا بندوبست کرنے کا پروگرام تیار کر چکے ہیں۔ تازہ ترین خبر کے مطابق امریکی فوج پاکستان کے ایٹمی اسلحہ پر قبضہ کرنے کی باقاعدہ مشقیں کر رہی ہے۔ صدر بش نے اعلان کیا ہے کہ ہم اسامہ بن لادن کی تلاش میں پاکستان میں داخل ہو سکتے ہیں۔ مغرب کی پروپیگنڈا مشینری بالکل اُسی انداز میں حرکت میں آ چکی ہے جیسی افغانستان اور عراق پر حملہ سے پہلے آئی تھی۔ وہ نفسیاتی حملہ ہو چکا ہے جو مغرب میدان جنگ میں فوجیں اُتارنے سے پہلے کرتا ہے۔ تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ پاکستان کے بعض حصوں میں فوج اور عوام کا آمنے سامنے صف آرا ہونا جنگ کا ابتدائی حصہ ہے اور منصوبہ یہ ہے کہ اپنی افواج کی کارروائی سے پہلے ہی پاکستان میں اتنا خلفشار پیدا کر دو اور انتشار اس حد تک بڑھا دو کہ مغرب، امریکہ یا اقوام متحدہ کی افواج کو مزاحمت پیش نہ آئے۔

ہم اللہ رب العزت کے حضور دست بدعا ہیں کہ اُس کی عنایتِ خصوصی سے دشمنوں کے منصوبے خاک میں مل جائیں۔ لیکن دُعا کے ساتھ دوا کی ضرورت ہے۔ دشمن دروازے پر دستک دے رہا ہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ بازاروں میں تاجروں نے لوٹ مچائی ہوئی ہے۔ بڑا سرمایہ دار اپنا سرمایہ یورپ منتقل کر چکا ہے۔ یہاں کارخانہ داری بنک کے سرمائے سے ہو رہی ہے۔ اُس کا بستر بندھا ہوا ہے۔ اُسے خطرے کے وقت صرف بریف کیس اٹھانا ہوگا۔ سیاست عرصہ ہوا ایک کاروبار بن چکا ہے اور سیاست دان پرانے انداز بدلنے پر تیار نہیں۔ فوج قوت کی بنیاد پر حکومت کرنا اپنا حق سمجھتی ہے۔ وہ سیاسی یتیموں کو ہڈی ڈالنے پر تو تیار ہے لیکن حقیقی اقتدار منتقل کرنے کو تیار نہیں۔ عوام کے خون پسینہ کی کمائی کو شیر مادر سمجھ کر پی جانے والا بیوروکریٹ عام پاکستانی شہری کو انسان ماننے پر آمادہ نہیں۔ بڑا زمیندار اور وڈیرہ اپنے مال مویشی کو اپنے مزارعوں پر ترجیح دیتا ہے۔ اپنے کمی کی عزت و عصمت کے پرخچے اُڑا دینا علاقے کے چودھری کا پیدائشی حق ہے۔ ایلیٹ کلاس مغرب کی تقلید میں اندھی ہو چکی ہے۔ یورپ میں ہوٹلوں کلبوں اور ساحل کے کنارے بے حیائی کے مناظر دکھائی دیتے ہیں۔ مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کی شاہراہیں اور عام سڑکیں ایسے کمرشل سائن بورڈز سے اٹی پڑی ہیں جن پر بے حیائی کے مناظر نقش ہیں اور بیہودہ تحریریں درج ہیں۔ شریف انسان اگر غض بصر کرے گا تو منہ زور ٹریفک تلے کچلا جائے گا۔ جو جان کی امان چاہتا ہے وہ سب مناظر دیکھے۔ سنا ہے روزِ محشر ماں بچے کو نہیں سنبھالے گی۔ ہم جیتے جی پاکستان میں محبت، چاہت، اخوت، رحم، ہمدردی حتیٰ کہ انسانیت کا فقدان دیکھ رہے ہیں۔ اس حال میں ہم بیرونی دشمن کا مقابلہ کر سکیں گے؟ ہم اپنی آزادی کا تحفظ کر سکیں گے؟ امریکہ اسرائیل اور بھارت کے اتحاد سے ایک اژدھا وجود میں آیا ہے جو کسی کی آزادی نگل لینا چاہتا ہے اور جس کی آزادی خطرے میں ہے، اُسے روشن خیالی کی لوری سنا کر تھپک تھپک کر سلا دیا گیا ہے۔ (باقی صفحہ 19 پر)

سید قاسم محمود

تعارف "لینن خدا کے حضور میں"

"لینن خدا کے حضور میں" بالِ جبریل کی ایک اہم نظم ہے۔ اس کی تشریح سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لینن کی مختصر سوانح حیات سے واقفیت حاصل کی جائے اور نظم کا تعارف کرا دیا جائے۔

لینن عصرِ حاضر کا مشہور رُوسی انقلاب پسند، مادہ پرست، کارل مارکس کے فلسفے کا شارح اور وکیل، بالشویت کا بانی، یو ایس ایس آر کا پہلا آمر صدر، برِعظیم پاک و ہند کے کمیونسٹوں کا مذہبی پیشوا ہے، جس کے اقوال و افکار پر ہر "ترقی پسند" آنکھ بند کر کے ایمان لاتا ہے اور معیارِ حق و صداقت سمجھتا ہے۔ 1870ء میں صوبہ قازان کے ایک گاؤں میں پیدا ہُوا۔ اُس کا اصل نام ولادیمیر یولیانوف تھا۔ اُس کا باپ ضلع کے اسکولوں کا انسپکٹر تھا، اس لیے اُسے بچپن ہی سے مطالعۂ کتب کا شوق تھا۔

1887ء میں اُس کے بڑے بھائی کو سکندر ثالث زارِ رُوس کے خلاف سازش کے جُرم میں پھانسی دی گئی۔ اس واقعے کا نوجوان یولیانوف کے ذہن پر ایسا اثر ہُوا کہ وہ ہمیشہ کے لیے انقلابی بن گیا، اور چونکہ وہ زبردست قوتِ ارادی کا مالک تھا، اس لیے اُس نے تیس سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد عصرِ حاضر کا سب سے بڑا انقلاب برپا کر کے دنیا کو متحیر کر دیا۔

قازان یونیورسٹی سے قانون میں ڈگری لینے کے بعد، اُس نے کئی سال تک کارل مارکس کی تصانیف کا مطالعہ کیا اور 1897ء سے اُس نے اشتراکیت کی نشر و اشاعت کو اپنا نصب العین بنا لیا۔ 1898ء میں اُسے تین سال کے لیے سائبیریا میں جلاوطن کر دیا گیا۔ 1902ء میں اُس نے رُوس کو خیر باد کہا اور ٹراٹسکی کے ساتھ مل کر سوئٹزرلینڈ سے ایک اشتراکی میگزین جاری کیا، جس کا اُردو نام چنگاری تھا۔ یہ وہی ٹراٹسکی ہے جسے جمہوریت کے علم بردار اور مزدوروں کے رہنما اسٹالن نے 1927ء میں جلاوطن کر دیا تھا، کیونکہ اُس کی شخصیت رُوس کے موجودہ مطلق العنان فرماں روا کو اپنے مفاد کی راہ میں رکاوٹ محسوس ہوتی تھی، اور کانٹے کو اپنی راہ سے دُور کر دینا ہر عقل مند آدمی کا پہلا فرض ہے۔ چنانچہ اکبرالٰہ آبادی نے لکھا تھا:

اُس نے دیا جواب کہ مذہب ہو یا رواج
راحت میں جو مخل ہو، وہ کانٹا ہے راہ کا

لینن 1902ء سے لے کر 1917ء تک، رُوس سے باہر رہ کر انقلابِ رُوس کے لیے سرگرمِ عمل رہا اور جب 1917ء میں رُوس میں انقلاب رونما ہوا، تو اُس شخص نے زارِ رُوس کے محل کو اپنے آفس میں تبدیل کر دیا اور اشتراکیت کے پردے میں زارِ رُوس سے بڑھ کر مطلق العنانی کی زندگی بسر کی۔ 1924ء میں وفات پائی، اور مرنے کے بعد اُس کی قوم نے اُس کو اُسی ہستی کا ہم پلہ قرار دے دیا، جس کے خلاف وہ ساری عمر مصروفِ پیکار رہا۔ فطرتِ انسانی کا تقاضا ہے کہ اپنے سے بالاتر کسی ہستی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے۔ خدا نہ سہی، لینن سہی۔

"بالِ جبریل" میں اقبال کی تین نظمیں مسلسل، ایک ہی موضوع پر لکھی ہیں۔ یعنی:

1۔ لینن خُدا کے حضور میں
2۔ فرشتوں کا گیت
3۔ فرمانِ خدا (فرشتوں سے)

ان تینوں نظموں کا مفہوم و مطلب اُسی وقت واضح ہو سکتا ہے جب اِن تین نظموں کو مجموعی طور پر پڑھا جائے۔ پہلی نظم کا خلاصہ یہ ہے کہ لینن خدا کے حضور میں حاضر ہو کر سرمایہ داری کی بُرائیاں بیان کر کے یہ سوال کرتا ہے کہ اے خُدا،

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ؟
دنیا ہے تری منتظرِ روزِ مکافات

لینن کی یہ فریاد یا عرض داشت سن کر فرشتے جناب باری تعالیٰ میں یہ عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! لینن نے جو کچھ کہا ہے، بالکل ٹھیک ہے۔ سرمایہ داروں نے تیرے بندوں کو اپنا غلام بنا رکھا ہے، چنانچہ:

تیرے امیر مال مست، تیرے فقیر حال مست
بندہ ہے کوچہ گرد ابھی، خواجہ بلند بام ابھی

لینن کی فریاد اور فرشتوں کی تائید کے بعد خدا کارکنانِ قضا و قدر کو حکم دیتا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دو اور:

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی
اُس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

ان تینوں نظموں کو پڑھنے کے بعد، جو حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ اقبال بھی سرمایہ داری کے اُسی قدر مخالف ہیں، جس قدر دنیا کا بڑے سے بڑا اشتراکی ہو سکتا ہے۔

ان تینوں نظموں میں اقبال کی مضمون آفرینی یعنی قوتِ اختراع، رومانویت اور حقیقت نگاری اور کمالِ فن کا نہایت خوش آئند امتزاج پایا جاتا ہے۔ اقبال نے اسی قوتِ اختراع کو تازہ کاری سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

فروغِ آدمِ خاکی ز تازہ کاری ہاست
مہ و ستارہ کنند آنچہ پیش ازیں کردند

قارئین کرام بخوبی واقف ہیں کہ نہ تو لینن نے خدا سے خطاب کیا، نہ فرشتوں نے گیت گایا اور نہ خُدا نے اُن کو کوئی حکم دیا۔ یہ ساری باتیں اقبال کی قوتِ تخیل کا کرشمہ ہیں، لیکن کمالِ فن یہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے، وہ سب حقیقت پر مبنی ہے، کوئی بات غلط نہیں ہے۔

چونکہ لینن کی طرح اقبال خود بھی سرمایہ پرستی کے خلاف ہیں، اس لیے انہوں نے اُس کی زبان سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، تاکہ نظم میں ڈرامائی اُسلوب پیدا ہو سکے، جو اثر آفرینی کے لحاظ سے تمام اسالیبِ بیان پر فوقیت رکھتا ہے۔

اِس تمہید کے بعد اشعار کی فرداً فرداً تشریح آئندہ شمارے میں کی جائے گی۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿

کامیابی اور ناکامی کا قرآنی تصور

کامیابی کا تصور وہ شے ہے جس کے لئے انسان کو کوئی فلسفہ پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اِس کی تمنا اور اِس کا حصول انسان کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ لیکن اصل غور طلب سوال یہ ہے کہ اصل کامیابی ہے کیا؟ اور ناکامی کس چیز کا نام ہے؟ اِس سوال کا جواب نہ تو سائنس دے سکتی ہے اور نہ ہی فلسفہ۔ اِس کا واحد ذریعہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، وہ اللہ کہ جس نے ہمیں پیدا کیا

مسجد دارالسلام باغ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 30 نومبر 2007ء کے خطبہ جمعہ کی تلخیص

[سورۃ الاعراف اور سورۃ الصّف کی چند آیات کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! ہم میں سے ہر شخص کامیابی چاہتا ہے، یہاں تک کہ بچپن ہی میں بچے کے ذہن میں کامیابی کا تصور بٹھا دیا جاتا ہے۔ اُسے کہا جاتا ہے کہ بیٹا، دل لگا کر پڑھائی کرو، خوب محنت کرو، تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔ چنانچہ دنیا میں کامیابی اور ایک بہتر مستقبل کے حصول کے لئے دوڑ لگی ہے۔ ایک دوسرے سے مقابلہ ہو رہا ہے۔ کامیابی کا تصور وہ شے ہے جس کے لئے انسان کو کوئی فلسفہ پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اِس کی تمنا اور اِس کا حصول انسان کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ لیکن اصل غور طلب سوال یہ ہے کہ اصل کامیابی ہے کیا؟ اور ناکامی کس چیز کا نام ہے؟ اِس سوال کا جواب نہ تو سائنس دے سکتی ہے اور نہ ہی فلسفہ۔ جس طرح انسان کی ابتداء و انجام کے بارے میں انسانی علم کے ذریعے رسائی ممکن نہیں، اِسی طرح حقیقی کامیابی کیا ہے، اِس کا تعین بھی ہم خود نہیں کر سکتے۔ اِس کا واحد ذریعہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، وہ اللہ کہ جس نے ہمیں پیدا کیا۔ ہم دنیا میں اپنی مرضی سے تو نہیں آئے۔

لائی حیات آئے، قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے، نہ اپنی خوشی چلے

دنیا کی ہر چیز ہمیں حقیقت معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ تو حقیقت کا ایک حصہ ہے۔ کائنات کے اصل حقائق کیا ہیں، اُن تک رسائی سے انسانی عقل عاجز ہے۔ اس میدان میں ہزاروں سال سوچنے کے بعد فلسفی بھی ہتھیار ڈال چکے ہیں اور سائنس بھی۔ کیونکہ یہ وہ حقائق ہیں جو زمان و مکان کی حدود سے باہر ہیں۔ سائنس اور فلسفہ کے ذریعے ہم اگر اِن تک پہنچنا چاہیں گے تو کبھی نہ پہنچ سکیں گے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے چاند پر جانے کے لئے ہم ہیلی کاپٹر استعمال کریں، حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ اُسے وہاں تک پہنچنے کے لئے ڈیزائین ہی نہیں کیا گیا۔ وہ اِس فضائی کُرّے سے باہر نکل ہی نہیں سکتا۔ کائنات کے اصل حقائق جاننے کے لئے تو ہم آسمانی ہدایت کے محتاج ہیں، اِسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان اور پہلے پیغمبر حضرت آدمؑ کے ساتھ ہی آسمانی ہدایت کا اہتمام بھی فرما دیا تھا۔ اِس ہدایت کا آخری ایڈیشن قرآن حکیم ہے، جو ہمارے پاس موجود ہے۔ قرآن حکیم ہی ہمیں بتائے گا کہ اصل کامیابی کون سی ہے؟ دنیا کی یا آخرت کی؟ وہی ہمیں اس سوال کا جواب بھی فراہم کرے گا کہ کیا اللہ کے وفادار اور مخلص بندوں کا دنیا میں بھی کامیاب ہونا ضروری ہے؟ آیئے، کتاب اللہ کی روشنی میں اِن دو سوالوں کا جواب تلاش کریں۔

جہاں تک تعلق پہلے سوال کا ہے یعنی اصل کامیابی کون سی ہے دنیا کی یا آخرت کی، اِس کا جواب بالکل واضح ہے۔ اگرچہ یہ انسان کی طبیعت کا خاصہ ہے کہ وہ دنیا میں کامیابی

> **"کہہ دو، کیا ہم تمہیں بتائیں جو عملوں کے لحاظ سے بڑے نقصان میں ہیں؟ وہ لوگ ہیں جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔" (القرآن)**

چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ کاروبار بھی کرتا ہے تو دیکھ بھال کر کرتا ہے۔ کوئی ایسا کاروبار کرتا ہے جس میں کامیابی کے امکانات زیادہ ہوں، اور نقصان کا اندیشہ کم سے کم ہو۔ وہ محنت کرتا ہے تو اُس فیلڈ میں کرتا ہے جس میں محنت کے نتائج زیادہ بہتر طریقے سے برآمد ہو سکتے ہوں۔ گویا دنیا میں کامیابی کی آرزو اُس کی خلقت کا حصہ ہے۔ تاہم قرآن حکیم ہمیں بتاتا ہے کہ اصل کامیابی دنیا کی نہیں بلکہ آخرت کی کامیابی ہے۔ حقیقی فوز و فلاح نارِ جہنم سے رہائی اور جنت میں داخلہ ہے۔ یہاں تو جو کچھ بھی انسان کو دیا جاتا ہے بطورِ آزمائش دیا جاتا ہے اور وہ بھی ایک محدود عرصے کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے ہی مہلت عمر ختم ہوتی ہے، دنیا اور اُس کا مال و متاع چھِن جاتا ہے۔ سورۂ آل عمران میں فرمایا:

﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾

"تو جو شخص آتشِ جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا، وہ مراد کو پہنچ گیا۔ اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔"

اور یہ بات تو آپ کو معلوم ہے کہ جہنم سے جو لوگ بھی بچا لئے جائیں گے انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ جنت اور جہنم کے درمیان اور کوئی مقام نہیں ہے کہ جہاں انہیں مستقلاً رکھا جائے۔ اگرچہ سورۃ الاعراف میں مقام اعراف کا ذکر آیا ہے، جس میں وہ لوگ ہوں گے کہ جن کے اچھے اور بُرے اعمال کے وزن برابر ہو جائیں گے۔

﴿ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۣ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴾

"ان دونوں (یعنی بہشت اور دوزخ) کے درمیان (اعراف نام کی) ایک دیوار ہو گی اور اعراف پر کچھ آدمی ہوں گے جو سب کو ان کی صورتوں سے پہچان لیں گے۔ تو وہ اہل بہشت کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو۔ یہ لوگ (ابھی) بہشت میں تو نہیں ہوں گے مگر امید رکھتے ہوں گے۔"

تاہم مقامِ اعراف میں رکھا جانا وقتی اور عارضی ہو گا، مستقل نہ ہو گا۔ چنانچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ وہاں رکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جنت میں داخل کر دیں گے اور یہ امر اُس کی رحمت کا مظہر ہو گا...... بہرحال الٹی میٹلی آخرت میں انجام دو ہی ہوں گے، جنت یا جہنم۔ جو شخص جہنم سے بچ گیا اور جنت میں داخل ہو گیا حقیقت میں وہ بامراد ہو گیا۔ اصل میں وہی ہے جو کامیاب ہے، حقیقی کامیابی اُسی کی کامیابی ہے۔ اِس کا مطلب کیا ہے؟ دنیا میں

خواہ کوئی شخص بلین ائیر کلب کا ممبر ہو، ارب پتی ہو جائے، اپنے وقت کا قارون ہو، آج کے دور کا بل گیٹس ہو، اگر وہاں ناکام ہوگیا تو فی الحقیقت ٹوٹے میں پڑ گیا، وہ تباہ و برباد ہوگیا، حقیقی خسارے اور ناکامی سے دوچار ہوگیا (اعاذنا اللہ)۔ یہی نہیں بلکہ ایسے لوگوں کا شمار اللہ کے ہاں ناکام ترین افراد میں ہوتا ہے۔ چنانچہ سورۃ الکہف جو مادہ پرستی اور دجالیت کے فتنے کو واشگاف کرتی ہے، اُس کے آخری رکوع میں فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾﴾

''کہہ دو کہ ہم تمہیں بتائیں جو عملوں کے لحاظ سے بڑے نقصان میں ہیں۔ وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔''

یعنی وہ لوگ حقیقت میں سخت خسارے میں ہیں جنہوں نے ساری بھاگ دوڑ دنیا ہی زندگی کے لئے کی، دنیا کی زندگی ہی اُن کا ہدف اور مقصود رہی۔ اِسے بنانے اور سنوارنے کے لئے انہوں نے اپنی تمام توانائیاں اور صلاحیتیں کھپادیں۔ اور اپنے تئیں یہ سمجھتے رہے کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے اِس محنت کے نتیجے میں بڑی بڑی ''Achievements'' کیں، کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ ریڑھی سے کاروبار شروع کیا تھا اور آج ارب پتی ہیں اور کئی فیکٹریوں اور ملوں کے مالک بن چکے ہیں۔ قرآن حکیم واضح کر رہا ہے کہ اپنی محنت کے اعتبار سے، اپنے عمل کے اعتبار سے، نتائج کے اعتبار سے یہ لوگ سب سے زیادہ خسارے میں ہیں۔ اور یہ بات بالکل منطقی ہے۔ اِس لئے کہ یہاں تک پہنچنے کے لئے دن رات ایک کرنا پڑتا ہے، راتوں کی نیند قربان کرنا پڑتی ہے، اپنے آرام اور تفریحات کو کارزر کرنا پڑتا ہے۔ اور اِس تمام تر مشقت کے بعد اگرچہ بعض لوگوں کے ہاتھ اربوں کی دولت آجاتی ہے مگر سکون قلب کی دولت اُن سے چھن جاتی ہے۔ اتنا کچھ حاصل کر لینے کے بعد ان لوگوں کی اکثریت کا حال یہ ہوتا ہے کہ انہیں راتوں کو نیند نہیں آتی۔ پہلے کاروبار کو بڑھانے اور ترقی دینے کی دھن نیند کی راہ میں حائل ہوا کرتی تھی، اب اُس کے بیٹھ جانے اور نقصان ہو جانے کے خدشات بے قرار رکھتے ہیں اور یہ کس قدر بے نصیبی کی بات ہے کہ انسان سے دن کا چین اور رات کی نیند چھن جائے۔

اور اِن لوگوں کے لئے آخرت میں خسارہ یہ ہے کہ انہیں جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ اِن کا وزن اعمال بھی نہیں ہوگا۔ چنانچہ اگلی آیت میں فرمایا:

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿١٠٦﴾﴾ (الکہف)

''یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کے سامنے جانے سے انکار کیا۔ تو اُن کے اعمال ضائع ہوگئے اور ہم قیامت کے دن اُن کے لئے کچھ بھی وزن قائم نہیں کریں گے۔ یہ اُن کی سزا ہے (یعنی) جہنم۔ اس لئے کہ اُنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں اور ہمارے پیغمبروں کی ہنسی اڑائی۔''

اس کے برعکس وہ لوگ کہ جنہوں نے دنیا کی زندگی بڑی تکالیف، مشکلات اور آلام میں گزاری مگر آخرت میں عذاب جہنم سے بچالئے گئے، حقیقت میں وہ خسارے سے بچ گئے، وہ کامیاب ہو گئے اور مراد کو پہنچ گئے۔ یہ لوگ جب جنت میں داخل ہوں گے تو انہیں ایسے محسوس ہوگا گویا کہ دنیا میں انہوں نے کوئی تکلیف اٹھائی ہی نہیں۔'' جناب انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں بڑے عیش و آرام میں تھا۔ اسے دوزخ کی جھلک دکھا کر پوچھا جائے گا: اے فرزند آدم! کیا تو نے کبھی کوئی خوشی دیکھی، اور کیا تجھ پر آسائش و راحت کا کوئی لمحہ گزرا؟ وہ کہے گا: مطلق نہیں۔ اور پھر اہل جنت میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سخت مصیبت میں مبتلا تھا اور اسے جنت کی ایک جھلک دکھا کر پوچھا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی مصیبت دیکھی یا کبھی سختی سے تجھے سابقہ پڑا؟ وہ عرض کرے گا: اللہ کی قسم! نہ مصیبت میرے پاس پھٹکی اور نہ سختی سے میرا سابقہ پڑا۔'' (رواہ مسلم)

دنیا میں جیت اور ہار، کامیابی اور ناکامی آزمائش کے لئے آتی ہیں۔ آپ نے کاروبار کیا، اُس میں کامیابی ہوئی، تو آپ خوش ہو جاتے ہیں۔ اگر لگائی گئی رقم ڈوب جائے تو دل گرفتہ ہو جاتے ہیں اور اللہ سے شکوے شکایتیں کرتے ہیں۔ اِسی طرح دین کی راہ میں آپ محنت کرتے ہیں مگر بظاہر آپ کی محنت نتیجہ خیز نہیں ہوتی۔ کوئی آپ کی بات سننے کو تیار نہیں ہوتا۔ اگر کوئی سنتا ہے تو اصلاح عمل پر آمادہ نہیں ہوتا۔ یہ صورتحال آپ کو بے چین کر دیتی ہے، لیکن اِس سے انسان کو نہیں گھبرانا چاہیے۔ اگر اُس کا ہدف آخرت ہے تو دنیا کے نتائج سے بے پروا ہو کر اُسے اپنا کام جاری رکھنا چاہیے۔ دنیا میں بظاہر جو ناکامیاں ملتی ہیں، اُن کے ذریعے تو دراصل اُس

QTV پر نشر ہونے والا

پنجابی دورۂ ترجمۃ القرآن

مترجم: رحمت اللہ بٹر (ناظم دعوت تنظیم اسلامی)

35DVD میں، جس کی قیمت 2450 روپے ہے،

اب صرف 1200 روپے میں دستیاب ہے

یہ آفر محدود مدت کے لئے ہے، لہٰذا پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر

اپنے علاقائی تنظیمی مراکز سے رابطہ کریں

براہِ راست مرکز سے منگوانے کیلئے اپنا آرڈر بذریعہ خط، ای میل یا فیکس بھیجیں

نوٹ: تین ماہانہ اقساط میں بھی دستیاب ہے

مرکز تنظیم اسلامی

67۔ اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور۔ فون: 6366638-6316638

فیکس: 6271241-042 ای میل markaz@tanzeem.org

کی آزمائش کی جاتی ہے کہ اِس میں صبر کا مادہ کتنا ہے۔ اللہ کبھی کامیابی دے کر آزماتا ہے، کبھی ناکامی سے دوچار کر کے۔

سورۃ الانبیاء میں فرمایا:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَنَبْلُوْكُمْ
بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۭ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾﴾

''ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور ہم تو لوگوں کو سختی اور آسودگی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں اور تم ہماری طرف ہی لوٹ کر آؤ گے۔''

کامیابی کے حوالے سے یہ تو واضح ہو چکا ہے کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے، لیکن دوسری بات جو قابل غور ہے یہ ہے کہ کیا اہل حق کو دنیا میں بھی کامیابیاں حاصل ہونا لازم ہیں۔ قرآن خود کہتا ہے کہ اللہ اہل ایمان کا مددگار ہے، مولا ہے، حمایتی ہے، پھر اہل حق کو دنیا میں بظاہر ناکامی کیوں ہوتی ہے۔ اِس کی مثال یہ ہے کہ سقوط قندھار کے بعد جب طالبان کی اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوا تو بہت سے لوگ انتشار ذہنی کا شکار ہو گئے اور یہ سوچنے لگے کہ یہ کیا ہو گیا، طالبان تو اللہ کے وفادار تھے، کیوں ناکام ہو گئے۔ اِس حوالے سے سمجھ لیجئے، قرآن حکیم بار بار جو پیغام دے رہا ہے کہ مسلمانو! تم اپنا سب کچھ اللہ کے راستے میں لگا دو، اپنی تمام صلاحیتیں اور اپنے تمام وسائل کھپا دو، جو راستہ اللہ نے بتایا ہے، اُس پر چلو، تو تمہیں اصل اور حقیقی کامیابی ضرور حاصل ہوگی۔ دنیا کی کامیابی یا ناکامی سے غرض نہ رکھو...... البتہ سورۃ الصّف کے دوسرے رکوع میں دونوں کامیابیوں کا ذکر آیا ہے، آخرت کی بھی اور دنیا کی بھی۔ وہاں سے یہ بات سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے، فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰي تِجَارَةٍ
تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾﴾ (الصّف)

''مومنو! میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے۔ (وہ یہ کہ) اللہ پر اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔''

یہاں نارِ جہنم سے بچنے، حقیقی خسارے سے محفوظ رہنے کے لئے دو چیزوں کا ذکر ہوا ہے۔ ایک ہے: ''تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ'' یعنی ''پختہ یقین رکھو اللہ اور اُس کے رسول پر''۔ جب یقین دل میں بیٹھ جائے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، اور مجھے اللہ کے حضور جوابدہی کرنی ہے تو پھر عمل کی اصلاح خود بخود ہو جاتی ہے۔ پھر انسان دوسروں کا حق نہیں مارتا۔ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے مبادا اُس کے کسی عمل سے اللہ ناراض ہو جائے اور وہ آخرت میں ناکامی سے دوچار ہو۔ دوسری چیز ہے ''وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ'' ''اور تم جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے اموال کے ساتھ بھی اور جانوں کے ساتھ بھی۔'' یعنی، حق کی سربلندی کی راہ میں اپنی جسم و جان کی توانائیاں اور اوقات بھی کھپا دو اور مال بھی خرچ کرو۔ یہ اللہ سے وفاداری کا تقاضا ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا دین قائم اور غالب ہو، اللہ کی شریعت نافذ ہو، تاکہ حدود اللہ پامال نہ ہو سکیں، ابلیسیت کو فروغ نہ ملے اور طاغوتی طاقتیں مغلوب ہوں...... ساتھ ہی واضح کر دیا کہ اگر تم حقیقت میں شعور سے بہرہ ور ہو تو یہ دو چیزیں پختہ ایمان اور اللہ کی راہ میں جہاد تمہارے حق میں بہت بہتر ہیں۔

اِس کا نتیجہ کیا نکلے گا اِس کا ذکر اگلی آیت میں کیا ہے۔

﴿يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ
جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾﴾

(الصّف)

''وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو باغہائے جنت میں جن میں نہریں بہ رہی ہیں اور پاکیزہ مکانات میں جو بہشت ہائے جاودانی میں (تیار) ہیں، داخل کریں گا۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔''

یہاں پہلی بات یہ فرمائی کہ ''يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ'' ''اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا۔'' دوسری یہ کہ ''وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ......'' ''اور تمہیں اُن باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی'' گویا ایسا نہیں ہے کہ تم دنیا میں اللہ کے دین کو غالب کرو تو ہی تمہارے گناہ بخشے جائیں گے اور آخرت میں کامیابی ملے گی، نہیں، بلکہ آخرت کی کامیابی تمہیں پختہ ایمان اور مخلصانہ جدوجہد کی بنیاد پر عطا کر دی جائے گی، خواہ دنیا میں تمہاری جدوجہد کے نتائج نکلے ہوں یا نہ نکلے ہوں...... اور یہ بات بھی جان لو کہ ''ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ'' یہی ہے کہ سب سے بڑی کامیابی۔ یہ حقیقی کامیابی ہے جو اُن لوگوں کو ملے گی جنہوں نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں کھپا دیا۔ دنیا میں اُن کی محنت کا نتیجہ خیز ہونا اُخروی کامیابی کے لئے ضروری نہیں ہے۔ دنیا میں بہت سے رسول ایسے گزرے جن کی کاوشیں دنیوی اعتبار سے نتیجہ خیز نہ ہو سکیں۔ اُن کی قوم نے اُن کی دعوتِ حق کو یکسر رد کر دیا۔ اور اُن کے سامنے اسلامی معاشرہ قائم نہ ہو سکا، بلکہ طاغوتی قوتیں برقرار رہیں۔ ان پیغمبروں میں سب سے نمایاں مثال حضرت نوحؑ کی ہے، جو ساڑھے نو سو برس اپنی قوم میں رہے، مگر گنتی کے لوگ ہی اُن پر ایمان لائے۔ لوگوں کی اکثریت باطل پر قائم رہی، لیکن کیا معاذ اللہ حضرت نوحؑ ناکام ہو گئے؟ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ وہ کامیاب و کامران ہیں۔ انہوں نے تو اپنی ذمہ داری ادا کر دی۔ لوگوں کو عملاً راہ ہدایت پر لے آنا کسی داعی کا کام نہیں یہ تو اللہ کا کام ہے۔

اگلی آیت میں دنیا کی کامیابی کا تذکرہ ہے۔ فرمایا:

﴿وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ
قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾﴾

''اور ایک اور چیز جس کو تم بہت چاہتے ہو (یعنی تمہیں) اللہ کی طرف سے مدد (نصیب ہوگی) اور فتح (عن) قریب (ہو گی)۔ اور مومنوں کو اس کی خوشخبری سُنا دو۔''

انسان کی سرشت میں عجلت پسندی بھی رکھی گئی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میری محنت کا نتیجہ میری آنکھوں کے سامنے آ جائے۔ میں دین کے لئے محنت کر رہا ہوں تو دین واقعی پھلتا پھولتا نظر آئے، اللہ کی مدد آئے اور دینی قوتوں کو غلبہ حاصل ہو۔ لہٰذا فرمایا کہ اے نبی! مومنو کو فتح و نصرت کی خوشخبری سنا دو۔

قابل غور بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو نصرت اور فتح کی یہ بشارت غزوۂ احزاب کے بعد دی گئی جو سن 5 ہجری کو ہوا۔ گویا اِس بشارت سے پہلے غزوۂ بدر، احد اور احزاب ہو چکے تھے اور اِس سے بھی پہلے مسلمانوں کو مکی دور کی سختیوں اور آزمائشوں سے گزرا جا چکا تھا۔ دوسرے لفظوں میں فتح کی خوشخبری کے پس منظر میں مسلمانوں کی اٹھارہ سالوں کی قربانیاں، مشقتیں اور آزمائشیں تھیں۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اب اسلام کا چراغ گل ہو جائے گا کیونکہ دس ہزار سے زائد دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں کو گھیر اؤ کر لیا تھا اور منافقین بھی سوچ رہے تھے کہ اگر حملہ آور لشکر فتح مند ہو گیا تو ہم واپس اپنے دین پر چلے جائیں گے۔ جب اتنے گھمبیر حالات سے مسلمان گزر گئے تو پھر مسلمانوں کو فتح و نصرت کی بشارت دی گئی۔ غزوۂ احزاب کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اب قریش کو تم پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوگی بلکہ اب اقدام تمہاری طرف سے ہوگا۔ اِس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فتح و نصرت کی خوشخبری مسلمانوں کو اُس وقت ملتی ہے جب پوری طرح سے اُن کا امتحان لے لیا گیا ہو اور حزب اللہ نے ثابت کر دیا ہو کہ وہ استقامت کی بھاری چٹان ہے۔ آج بھی مسلمان دنیا میں آزمائش و ابتلاء سے دوچار ہیں۔ اہل حق کے حق کے غلبہ کے لئے کوشاں ہیں، اُن کے لئے یہی بشارت ہے۔ اگر مسلمانوں کی ایک قابل ذکر تعداد فی الواقع اللہ تعالیٰ سے وفاداری کے امتحان میں پورے اُترے تو اللہ کی مدد ضرور آئے گی۔ ہاں اللہ کی مدد اور نصرت کے ضابطے ہیں، دنیا میں کامیابی کے کچھ لوازم ہیں۔ ان پر آئندہ بات ہوگی (ان شاءاللہ)

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کے ہمہ گیر خسارے سے بچائے اور فوز و فلاح سے ہمکنار کرے (آمین)

(تلخیص: محبوب الحق عاجز)

✿✿✿✿✿

کوا چلا ہنس کی چال

محمد سمیع

کوئی تو اصول ہو جس پر ہمارے سیاستدان عمل کر کے دکھائیں۔ جب یہ سیاستدان اقتدار میں ہوتے ہیں تو اپوزیشن میں شامل لوگ ان پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ فلاں سپر پاور کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں لیکن خود ان کا حال یہ ہے کہ اگر اسی سپر پاور کا کوئی نمائندہ آجائے تو سر کے بل اس کے حضور حاضری دینا اور حکمرانوں کو زچ کرنے کے لیے اس کی ہمدردیاں حاصل کرنے کا کوئی موقع ضائع کرنا گوارا نہیں کرتے۔ یہ کون سی حب الوطنی ہے کہ اندرونِ ملک جھگڑوں کے لیے انھیں کو ہم ثالث قرار دیں جن کے آلۂ کار ہونے کا الزام ہم حکمرانوں پر عائد کرتے ہیں۔ نیگروپونٹے کی پاکستان آمد سے پہلے ہی اپوزیشن لیڈر بے نظیر بھٹو کا یہ بیان آگیا تھا کہ امریکہ موجودہ حکومت کو امداد بند کرنے کی دھمکی دے، تاکہ حکومت فوری طور پر ایمرجنسی اٹھالے۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ موصوفہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ اقتدار میں آگئیں تو ایٹمی اثاثوں تک عالمی ایجنسی کو رسائی اور ایٹمی سائنسدان عبدالقدیر خان سے پوچھ گچھ کی اجازت دے دیں گی اور جب یہی باتیں ق لیگ کی گزشتہ حکومت کی جانب سے اشتہار کی صورت میں شائع کی گئیں تو وہ اسے جھوٹ اور کردار کشی قرار دیتی ہیں۔ اگر یہ باتیں غلط تھیں تو ان کو ان کی تردید اسی وقت کرنی تھی جب ان کے بیانات عالمی اور قومی میڈیا کے ذریعہ دنیا کے سامنے آئے تھے۔ ان کے اس رویے سے ثابت ہوا کہ ہمارے سیاستداں اقتدار تک پہنچنے کے لیے ملکی وقار کو بھی داؤ پر لگانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کو گیم آف پاور کا حصہ سمجھتے ہیں۔ بینظیر بھٹو کی بات تو ان کے موجودہ موقف کے حوالے سے آگئی، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس رویہ سے کوئی بھی سیاستدان مستثنیٰ نہیں۔ وہ بھی نہیں جو اپنے آپ کو وطن عزیز میں اسلامی نظام کے نفاذ کا داعی قرار دیتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ایم ایم اے امریکہ مخالف نعروں کی بنیاد پر کامیاب ہوئی تھی لیکن انتخابات میں کامیابی کے بعد اس کے لیڈروں نے مغربی ممالک کا دورہ کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کہ ہم آپ کے مخالف نہیں ہیں بلکہ ان کے ایک ممتاز لیڈر نے تو ابھی کچھ دنوں قبل یہ بیان دیا تھا کہ امریکہ پرویز مشرف کی حمایت کرتا ہے، اسے ہمیں بھی موقع فراہم کرنا چاہیے۔ ان کے اس قسم کے بیان سے عوام یہ سوچنے پر یقیناً مجبور ہوئے ہوں گے کہ انتخابی مہم کے دوران امریکہ مخالف نعرے محض ان کے جذبات سے کھیل کر ان سے ووٹ حاصل کرنے کے لیے لگائے گئے تھے، حالانکہ جس اسلامی نظام کے نفاذ کے وہ داعی ہیں وہ اعلیٰ کردار اور اصول پسندی کا تقاضا کرتا ہے۔ اس سلسلے میں تاریخ اسلام کا ایک اہم واقعہ ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان باہمی چپقلش سے فائدہ اٹھانے کے لیے دین دشمن طاقت نے حضرت علیؓ سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے مدد کی پیشکش کی، تو شیر خدا حضرت علیؓ نے اس پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے فرمایا تھا: ''اگر تمہاری فوجوں نے ادھر کا رخ کیا تو حضرت معاویہؓ کی طرف سے تمہارے خلاف لڑنے والا پہلا سپاہی میں ہوں گا۔'' اسی طرح محض تساہل کی بناء پر جب حضرت کعبؓ غزوۂ تبوک میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے جس کا اعتراف انھوں نے حضور ﷺ کے سامنے کیا تو آپؐ نے ان کے معاشرتی بائیکاٹ کا فیصلہ صادر فرمایا۔ تو اس موقع پر دین دشمن طاقتوں نے ان سے اظہار ہمدردی کا خط لکھا۔ حضرت کعبؓ نے دینی غیرت کا ثبوت دیتے ہوئے اس خط کو نذر آتش کر دیا۔

ہمارے ملک کے ایک معروف کالم نگار اپنے کالموں میں بار بار اس کا اظہار فرماتے ہیں کہ دنیا گلوبل ویلج بن چکی ہے، لہٰذا کوئی ملک کسی دوسرے ملک سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ ان کی یہ بات اس حد تک تو درست ہے کہ آج کل غالب قوتوں کا اپنا ایک چلن ہے جو وہ چاہتے ہیں کہ تمام دنیا اختیار کرلے۔ لیکن غور کی بات یہ ہے کہ آج بھی ایران امریکہ کے خلاف اپنے موقف پر ڈٹا ہوا ہے اور امریکہ شدید خواہش کے باوجود اس پر حملہ سے گریزاں ہے۔

ہمارے لئے اصل غور طلب بات یہ ہے کہ ہم اس ذلت و رسوائی کی سطح تک کیوں پہنچے۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہم نے اپنے دین کی تعلیمات کو فراموش کر دیا اور اپنی غلط کاریوں کے ذریعے دین دشمن طاقتوں کو وہ مواقع مہیا کئے جس کے نتیجے میں وہ غالب قوت بن گئے اور ہم ان کے محکوم بن کر رہ گئے ہیں۔ ہمارے دین نے دنیوی ترقی کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں کھڑی کی۔ ہمارے دین کی تعلیم ہی یہ ہے کہ ایک زور آور مومن ضعیف مومن سے بہتر ہے۔ اسی اصول کا اطلاق معاشروں اور ممالک پر بھی کیا جا سکتا ہے۔ دین ہم سے صرف یہ چاہتا ہے کہ ترقی وکمال دین کے ضابطے کے مطابق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ مادی ترقی کر کے دین کی لازوال اقدار سے ہم کنارہ کشی کرلیں۔

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارہ

اپنی کمزوری دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن کی تعلیمات کو سمجھا جائے، ان پر تفکر وتدبر کیا جائے اور ان تعلیمات کو اپنی ذاتی زندگی میں بھی نافذ کیا جائے اور اجتماعی سطح پر بھی۔ لیکن اس کے لیے ایمان کی گہرائی اور گیرائی درکار ہے اور ایمان کے حصول اور اس میں گیرائی اور گہرائی پیدا کر نے کا ذریعہ بھی خود قرآن ہی ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے اسے چھوڑ رکھا ہے۔ ہم نے اپنی ذاتی زندگی میں ہندووانہ اور مغربی تہذیب وتمدن کو اختیار کر رکھا ہے اور اجتماعی سطح پر بھی ہم اسلام کے نظام عدل اجتماعی پر ظالمانہ اور استحصالی جمہوری نظام کو ترجیح دیتے ہیں ۔ ہمارا عام دانشور جو سیکولر ذہنیت رکھتا ہے اس کا آئیڈیل مغرب کا جمہوری نظام ہے۔ وہ لوگوں میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا شعور پیدا کرنے سے قاصر ہے، اس لیے کہ اسے خود اس کا شعور نہیں۔ افغانستان میں طالبان کے دور میں اسلامی نظام ایک پیکج کی حیثیت سے ابھی نافذ نہیں ہو سکا تھا بلکہ اسلام کے نظام خلافت کی محض ایک ہلکی سی جھلک طالبان نے پیش کی جس کے شاندار نتائج سامنے آئے۔ چنانچہ اسلحہ سے کھیلنے والے اور وارلارڈز پر مشتمل افغان معاشرے میں صرف چھ ماہ میں مکمل امن وامان قائم ہو گیا تھا۔ اگر نظام خلافت مکمل طور پر قائم ہو جائے تو اس کے نتیجے میں جو کچھ ہوسکتا ہے اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یقیناً اس کے نتیجے میں ساری دنیا امن وامان کا گہوارہ بن جائے گی۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ

کوا چلا ہنس کی چال
اپنی چال بھی بھول گیا

پاکستان کے ایٹمی اثاثے اور امریکی عزائم

محبوب الحق عاجز

امریکی تھنک ٹینک انٹر پرائز انسٹی ٹیوٹ سے وابستہ فوجی تاریخ دان فریڈرک کیگان نے بش انتظامیہ پر زور دیا ہے کہ پاکستان میں اگر حالات بدترین صورت اختیار کرتے ہیں تو امریکہ ایٹمی ہتھیاروں پر قبضے کے لئے وہاں ایلیٹ فورس بھیجے۔ برطانوی اخبار ''گارڈین'' کی رپورٹ کے مطابق کیگان نے وائٹ ہاؤس کو بھیجی گئی اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ پاکستان میں سنی انتہا پسند زور پکڑ رہے ہیں جو القاعدہ سے مل کر مستقبل میں پاکستانی حکومت کا تختہ الٹ سکتے ہیں۔ وزیرستان اور سرحد کے دوسرے علاقوں میں انتشار سے فوج کا مورال گر رہا ہے۔ وہاں فوج کے پسپا ہونے کی صورت میں انتہا پسند اِس خلا کو پورا کریں گے اور اُن کی رسائی ایٹمی اثاثوں تک ہو جائے گی۔ بتایا گیا ہے کہ فوج اور انٹیلی جنس کے انتہا پسندوں سے رابطے اب بھی قائم ہیں۔ اخبار نے اپنی رپورٹ میں یہ بھی بتایا ہے کہ بش انتظامیہ نے ایک بار پھر اِس منصوبے پر غور شروع کر دیا ہے کہ فوجی آپریشن کے ذریعے پاکستان کے تمام ایٹمی ہتھیاروں کو اپنی تحویل میں لے کر نیو میکسیکو میں بنائے گئے فوجی گوداموں میں منتقل کر دیا جائے۔ اُدھر امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ امریکی فوجی ماہرین اور انٹیلی جنس حکام پاکستان کے جوہری ہتھیاروں کو ''محفوظ بنانے'' اور اُن پر قبضہ کرنے کے لئے گزشتہ سال خفیہ جنگی مشقیں بھی کر چکے ہیں، جن میں پاکستان کے جوہری ہتھیاروں کے حوالے سے مختلف آپشنز کا جائزہ لیا گیا۔

اسلامی دنیا کے خلاف امریکی اور صیہونی عزائم اور افغانستان اور عراق پر مسلط کردہ وحشیانہ امریکی جنگ کی خواہ کوئی بھی توجیہہ کی جائے، یہ امر واضح ہے کہ امریکہ کا اوّلین ہدف پاکستان اور اُس کا جوہری پروگرام ہے۔ اُسے مسلم دنیا کی واحد ایٹمی طاقت ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ روز اوّل سے ہمارے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہے۔ نوے کی دہائی میں اگرچہ امریکہ نے ہمارے ایٹمی پروگرام سے صرف نظر کیا، مگر اس کی وجہ یہ تھی کہ پاکستان افغانستان پر روسی جارحیت کے خلاف برسرپیکار تھا۔ تب امریکہ کو ہماری ضرورت تھی۔ وہ ہر صورت روسی ریچھ کو آگے بڑھنے سے روکنا چاہتا تھا۔ مگر افغان جنگ کے بعد جب حالات بدل گئے تو امریکہ ہمارے ایٹمی پروگرام کے پیچھے پڑ گیا۔ اُس نے بھرپور کوشش کی کہ پاکستان کو کسی نہ کسی طرح اِس صلاحیت سے محروم کر دیا جائے۔ سی ٹی بی ٹی، این پی ٹی اور اِس قسم کے دیگر معاہدوں کا مقصد درحقیقت پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو رول بیک، منجمد یا ختم کرنا تھا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت اور فضل تھا کہ تمام تر سازشوں کے باوجود نہ صرف یہ پروگرام جاری رہا، بلکہ ترقی کرتا رہا۔

28 مئی 1998ء جب سے پاکستان نے ایٹمی دھماکے کئے، تسلسل اور تواتر کے ساتھ یہ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ پاکستان ایک ناکام ریاست ہے۔ اُس کی حکومت کا

> ستم ظریفی یہ ہے کہ آج ہمارے ایٹمی اثاثوں کو خطرہ اُس ملک کی جانب سے جس کے ہم اتحادی کہلاتے ہیں، اور یہ شاید دنیا کی انوکھی مثال ہے کہ ایک ملک اپنے اتحادی قرار دیئے جانے والے ملک کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے میں مصروف ہے

تختہ کسی بھی وقت الٹ سکتا ہے اور ایٹمی ٹیکنالوجی پر انتہا پسند قبضہ کر سکتے ہیں۔ اِس قسم کی رپورٹیں آئے روز شائع کی جاتی ہیں اور وائٹ ہاؤس پر زور دیا جاتا ہے کہ وہ پاکستان سے نمٹے جو انتہا پسندوں اور دہشت گردوں کی جنت ہے۔ کیگان کی تازہ رپورٹ اِس سلسلے کی سب سے زہریلی اور خطرناک ترین رپورٹ ہے۔ ہمارے ارباب حل وعقد کو پوری سنجیدگی سے اِس کا جائزہ لینا چاہیے، کیونکہ کوئی بھی پروپیگنڈا مہم بے معنی نہیں ہوا کرتی۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ رپورٹ کے مرتب ایک عام آدمی نہیں امریکہ کی مضبوط یہودی لابی کی ایک نہایت موثر شخصیت ہیں، وہ جس ادارے میں ریزیڈنٹ سکالر ہیں، وہ 1943ء سے یہودی مفادات کے تحفظ کے لئے فعال کردار ادا کر رہا ہے۔ اُسے نیو کنزرویٹو کا سرپرست ادارہ بھی خیال کیا جاتا ہے۔ کیگان کی اہمیت اور بش انتظامیہ میں اُس کے اثر ورسوخ کا اندازہ اِس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ امریکہ کی جاری عراق پالیسی کا معمار ہے، جو گزشتہ دس سالوں سے جاری ہے۔ یہ امر تو اور بھی تشویشناک ہے کہ کیگان کی تھیوری پر پینٹا گون ''وار گیمنگ'' بھی کر چکا ہے۔

ہماری حکومت نے رپورٹ میں ظاہر کئے گئے خدشات کو بے سروپا قرار دے کر مسترد کر دیا ہے۔ دفتر خارجہ کے ترجمان نے بیرونی ہنگامی منصوبوں کو خطرناک سوچ قرار دے کر جہاں یہ واضح کیا ہے کہ پاکستان اپنے سٹرٹیجک اثاثوں اور خودمختاری کے دفاع کے لئے جوابی کارروائی کی پوری صلاحیت رکھتا ہے، وہاں اپنے اِس دیرینہ موقف کا بھی اعادہ کیا ہے کہ پاکستان کے ایٹمی اثاثے اتنے ہی محفوظ ہیں جتنے کہ کسی بھی ملک کے ہیں۔ انہیں ایک بھرپور اور منظم کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم کے تحت انتہائی محفوظ بنایا گیا ہے، لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ یہ یقین دہانیاں تو ہم آئے روز کراتے چلے آئے ہیں، اِس کے باوجود دشمن کی تشویش تھمنے کا نام کیوں نہیں لے رہی۔ اصل بات یہ ہے کہ امریکہ کی دشمنی اسلام سے ہے۔ اُسے کسی مسلمان ملک کی ایٹمی حیثیت ہرگز گوارا نہیں۔ وہ انتہا پسندوں کے خطرے کو ہوا بنا کر اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنے کے درپے ہے۔ اور بہرصورت ہمیں ایٹمی صلاحیت سے محروم کر دینا چاہتا ہے۔ اُس کی ناآسودہ خواہش ہے کہ پاکستان کے منہ سے ایٹمی دندان نکال کر اُسے ایک ایسا شیر بنا دے جو شکار کی صلاحیت سے تو محروم ہو ہی، اپنے دفاع کے لئے بھی دوسروں کا محتاج ہو، اور ہمارا پڑوسی بھارت علاقے کی منی سپر پاور ہو، اور یوں نیو ورلڈ آرڈر کی توسیع ہو سکے۔ اِسی لئے وہ ہمارے گرد گھیرا مزید تنگ کرتا چلا جا رہا ہے۔ یہ صورت حال پوری قوم، بالخصوص اُن لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے جن کے ہاتھوں میں ملک کی زمام کار ہے۔

نائن الیون کے بعد ہم نے اپنے اساسی نظریے اور عوامی امنگوں سے یکسر متصادم پالیسی اپنا کر طالبان کی اسلامی حکومت کے خلاف امریکہ کا ساتھ دیا۔ اِس طرح ہم نہ صرف اسلامی حکومت کے سقوط کے جرم میں شریک ہوئے، بلکہ ہزاروں بے گناہ، افغان بھائیوں کے قتل کا گناہ بھی اپنے سر لینا گوارا کیا۔ اِسی لئے پاکستان کو فرنٹ لائن اتحادی قرار دیا گیا۔ اُس وقت ملک وملت کے بہی خواہ حکمرانوں کو متنبہ کر رہے تھے کہ وہ امریکہ کے تعاون مانگنے پر ایسی پالیسی نہ اپنائیں جو بالآخر ملک کے لئے تباہ کن ثابت ہو۔ مگر تب یہ سب کچھ ''زمینی حقائق'' کے منافی قرار دیا گیا۔ اُس وقت

زمینی حقائق یہی تھے کہ قومی خودداری اور اصول پسندی کے برعکس امریکہ کے ہر مطالبے کو فی الفور تسلیم کرلیا جائے اور یہی ہم نے کیا۔ صدر پرویز مشرف نے امریکہ سے تعاون کے ثمرات کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس وقت ہم کسی خطرے سے دوچار نہیں ہوں گے، مسئلہ کشمیر حل ہو گا اور ہمارے نیوکلیئر اثاثے ہر لحاظ سے محفوظ ہو جائیں گے۔ وقت نے ثابت کر دیا کہ اُن کا تجزیہ درست نہیں تھا۔ آج ملک داخلی طور پر شدید عدم استحکام کا شکار ہے۔ امریکی جنگ میں ساتھ دینے کی بنا پر پاک فوج وزیرستان اور قبائلی علاقوں میں پھنس چکی ہے، جس سے فوج اور عوام کے درمیان فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ مسئلہ کشمیر کے حل کی نوید جانفزا بھی نوید ہی ثابت ہوئی۔ عملاً صورتحال یہ ہے کہ یہ مسئلہ پچاس سال پیچھے چلا گیا ہے۔ جبکہ ایٹمی اثاثے تو اب شدید ترین خطرے سے دوچار ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ خطرہ اُس ملک کی جانب سے ہے کہ جس کے ہم اتحادی کہلاتے ہیں۔ یہ شاید دنیا کی انوکھی مثال ہے کہ ایک ملک اپنے اتحادی قرار دیئے جانے والے ملک کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے میں مصروف ہے۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ آج ہم داخلی طور پر سخت انتشار کا شکار ہیں۔ سیاسی صورتحال یہ ہے کہ ایک فردِ واحد نے اپنے اقتدار کے تسلسل کی خاطر اداروں کو داؤ پر لگایا ہوا ہے۔ عدلیہ پر جو ضرب حالیہ دنوں میں لگی ہیں، اُس سے اُس کا چہرہ مجروح ہو چکا ہے۔ صدر کے اس اقدام نے پوری قوم کو برانگیختہ کر دیا ہے۔ وکلاء عدلیہ کی بحالی اور صدر مشرف کی رخصتی کے لئے تحریک چلا رہے ہیں۔ دوسری جانب سیاسی اور دینی جماعتیں اپنے جماعتی اور گروہی مفادات سے بالاتر ہو کر سوچنے کو تیار نہیں۔ پیپلز پارٹی کی سربراہ بے نظیر بھٹو امریکہ کی زبان بول رہی ہیں اور نام نہاد انتہا پسندی اور عسکریت پسندوں کے ایٹمی ہتھیاروں پر قبضے کی دہائی دے کر امریکی ایوانوں میں اپنی ''ساکھ'' بنا رہی ہیں۔ عوام کا حال یہ ہے کہ وہ غربت و افلاس، مہنگائی، بدامنی، لاقانونیت اور ظلم و ناانصافی کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ملک کے بعض حصوں میں عملاً خانہ جنگی کی سی کیفیت ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہی وہ حالات ہیں جو دشمن کو جارحیت کا حوصلہ دیتے ہیں۔ اگر ہم نے ان پُرخطر حالات میں بھی ہوش کے ناخن نہ لئے اور اپنی عاقبت نااندیشانہ داخلہ اور خارجہ پالیسیوں کو تبدیل نہ کیا تو خدانخواستہ دشمن اپنی منصوبہ بندی میں کامیاب نہ ہو جائے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ پوری قوم متحد ہو کر دشمن کی سازشوں کو ناکام بنائے۔ ہماری سیاسی جماعتیں گروہی مفادات سے بالاتر ہو کر امریکہ پر واضح کر دیں کہ دفاعِ وطن کے مسئلہ پر ہم سب ایک ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے بھاری ذمہ داری صدر مشرف پر عائد ہوتی ہے۔ ہم ان سے عرض گزار ہیں کہ خدارا! وقت کی رفتار کو سمجھیں، اپنے اردگرد اُٹھنے والے طوفانوں پر نگاہ رکھیں، اس گھناؤنے پروپیگنڈے کا نہ صرف موثر جواب دیں بلکہ عوام کو اعتماد میں لیں۔ ہر معاملے میں خاموشی اور مصلحت ہمارے مفاد میں نہیں۔ ایک ایسے ملک کی جانب سے جو ہزاروں ایٹمی ہتھیار رکھتا ہے ہمارے ایٹمی اثاثوں پر قبضہ کے حوالے سے منصوبہ بندی بدترین ریاستی دہشت گردی کی پلاننگ ہے، اس حوالے سے مربوط منصوبہ بندی اور دفاع کی تدبیر کریں۔ اور یہ تب ہی ممکن ہے جب قوم کی انہیں حمایت اور تائید حاصل ہو۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ سے علیحدگی اختیار کریں۔ سوات اور وزیرستان میں اپنے ہی عوام کے خلاف فوج کشی کا سلسلہ ختم کر کے مذاکرات کا راستہ اختیار کریں۔ سیاسی انتشار کے خاتمے کے لئے عدلیہ کو 2 نومبر والی حالت پر بحال کرائیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، یہاں مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اسلام اور اُس کی اقدار کے خلاف اُٹھائے گئے اقدامات واپس لئے جائیں۔ اس کا ملک نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے، اسے حقیقتاً اسلامی جمہوریہ بنایا جائے۔ اسلام مسلمان قوم کی روح ہے۔ اگر یہ روح ہی جسم سے نکال لی گئی تو پھر دنیوی اسلحہ اور ایٹمی ہتھیار بھی ہمیں تباہی سے نہ بچا سکیں گے۔

بقیہ: پختہ ایمان

صاحب! ہماری نوکری کب پکی ہوگی اور ہمارا مستقبل کیسے روشن ہوگا، لیکن چاچا عزیز نے نہ تو کبھی مجھ سے یہ بات پوچھی اور نہ کبھی سفارش کرائی۔ میں نے ایک دن چاچا عزیز سے پوچھا: آپ نے مجھ سے کبھی نوکری کے بارے میں نہیں پوچھا اور نہ اپنے پکے ہونے کی کبھی سفارش کروائی۔ اس سوال پر انہوں نے جو جواب دیا' وہ میں کبھی بھی نہیں بھولوں گا۔ انہوں نے کہا: صاحب! اللہ تعالیٰ جہاں رحیم وکریم ہے وہاں رزّاق بھی ہے۔ رزق دینے کا کام اس نے اپنے ذمے لے رکھا ہے' ہم کون ہوتے ہیں کہ اس کے کام میں دخل دیں۔ اگر اس نے رزق میں کمی کرنی ہوگی تو کر دے گا اور اگر بڑھانا ہوگا تو بڑھا دے گا۔ میری عمر پچاس سال ہوگئی ہے۔ آج تک میں بھوکا نہیں سویا۔ میری ساری ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں۔ مجھے کس بات کی فکر''۔

چاچا عزیز کا یہ جواب سن کر میں اتنا متاثر ہوا کہ بتا نہیں سکتا۔ ایک غریب اور ان پڑھ شخص کا اللہ تعالیٰ پر اتنا بھروسا اور اتنا ایمان۔ اتنی زیادہ تنخواہ اور سہولتیں میسر ہونے کے باوجود ہم پریشان اور تنگ دست رہتے ہیں اور آمدنی میں اضافے کی خواہش رہتی ہے۔ کتنے عظیم ہیں وہ لوگ جو قناعت پسند ہیں اور اللہ پر توکل رکھتے ہیں۔

✿✿✿✿✿

نعتِ رسول مقبول ﷺ

((رحمٰن فارس))

خواب دیکھا کہ مصروف پینے میں تھا، مَیں مدینے میں تھا
آبِ کوثر مرے آ گبینے میں تھا، مَیں مدینے میں تھا

جب یہ دُنیا گناہوں کے طوفان میں غرق ہونے کو تھی
مغفرت کے کُشادہ سفینے میں تھا، مَیں مدینے میں تھا

جِسم و جاں میں تھیں جتنی بھی تاریکیاں، ختم ہوتی گئیں
نُور کا ایک سیلاب سینے میں تھا، مَیں مدینے میں تھا

جیسے اِک مادرِ مہرباں کے حضور ایک طفلِ شریر،
سر سے پاؤں تلک تر پسینے میں تھا، مَیں مدینے میں تھا

آنکھ کھلتے ہی فارسؔ! لگا جیسے قسمت مری سو گئی،
آنکھ کیوں کھل گئی، مَیں مدینے میں تھا، مَیں مدینے میں تھا

سنت کا حقیقی مفہوم

پیر محمد کرم شاہ الازہری

یہ لفظ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک اس کا لغوی معنی ہے' دوسرا اس کا وہ معنی ہے جس میں اس کو علماءِ فقہ استعمال کرتے ہیں اور تیسرا وہ معنی جو علماءِ اصول کے نزدیک معتبر ہے:

(1) ''لغت میں سنت اس طریقہ کو کہا جاتا ہے جو عام مروج ہو خواہ اچھا ہو یا برا ہو''۔

(2) ''فقہ میں سنت اس فعل کو کہا جاتا ہے' جس کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو لیکن کبھی کبھی اسے بغیر کسی عذر کے ترک بھی فرمادیا ہو''۔

(3) ''علم اصول میں سنت کہتے ہیں نبی اکرمؐ کے اس قول اور اس فعل اور اس تقریر کو جو ان امور سے نہ ہوں جن کا تعلق طبیعتِ انسانی کے ساتھ ہے''۔

علماءِ اسلام کے نزدیک سنتِ رسولؐ جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں بار بار حکم فرمایا ہے اس سے مراد فقط حضور ﷺ کے وہ اقوال' وہ افعال اور وہ تقریرات ہیں جن کا تعلق تشریع سے ہے۔ ان کے علاوہ جو اقوال و افعال انسانی طبیعت سے وابستہ ہیں وہ احکام تشریعیہ میں داخل نہیں۔

امور تشریعیہ اور احوالِ طبعیہ کا فرق سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم شریعت اسلامیہ کی غرض و غایت کو سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شریعت بلامقصد نہیں۔ اس کے احکام کسی مطلق العنان حکمران کے احکام کے مترادف نہیں اور نہ ہی ان سے اس کی شان خدائی میں کچھ تقویت پیدا ہوتی ہے۔ وہ حکیم ہے' بغیر کسی فائدہ کے حکم نہیں دیتا۔ وہ عادل اور رحیم ہے' کسی پر ظلم اس کی شان سے بالکل بعید ہے۔ وہ غنی اور صمد ہے' کسی کا حاجت مند نہیں۔ اس کی عبودیت کی مہر کائنات کی ہر اعلیٰ و ادنیٰ چیز پر ثبت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اس کا ہر حکم اٹل ہے' کوئی چاہے یا نہ چاہے اسے ماننا پڑتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیثِ نبویؐ میں یہ صراحتاً بتادیا گیا ہے ان تمام احکامِ شرعیہ سے مقصود ہمارے روح و نفس کی اصلاح اور ہماری دنیوی اور اخروی فلاح ہے۔

اگر آپ احکام شرعیہ کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ پانچ ایسی بنیادی چیزیں ہیں جن کی نشو و نما اور حفاظت پر ہماری سعادتِ دارین کا دارومدار ہے اور انہیں کے متعلق رحمتِ ربانی نے اپنے محبوب اکرم ﷺ کے ذریعہ ہماری رہنمائی فرمائی ہے وہ پانچ چیزیں یہ ہیں:

1۔ دین' 2۔ نفس (جان)' 3۔ عقل' 4۔ نسل' 5۔ مال

1۔ دین' جو بندے کا رشتہ اپنے خالق و مالک سے قائم اور مضبوط کرتا ہے' اس کے لیے توحید و رسالت و قیامت وغیرہ پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا۔ عبادات کو فرض کیا گیا اور شرک و کفر اور ان کے لوازم سے روکا گیا۔

2۔ نفس' یعنی حیاتِ ظاہری' مہلت کی وہ گھڑیاں جبکہ انسان اپنے رب کے دیے ہوئے قوائے عقلی' فکری' حسی اور بدنی کو اس کے رسول کی تعلیمات کے مطابق بروئے کار لاکر اپنے رب سے اپنی بندگی کا رشتہ محکم کرسکتا ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے حکم فرمایا اور جو شخص اسے یا اس کی کسی جز کو تلف کرنے کی جرأت کرے اس کے لیے قصاص اور دیت کا قانون صادر فرمایا۔

3۔ عقل' جو انسان کا طرۂ امتیاز ہے اور جس کے بغیر انسان حیوانات سے بھی کمتر ہوجاتا ہے اور بسا اوقات تو ان سے بھی زیادہ اذیت رساں بن جاتا ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے تمام منشی (نشہ آور) چیزوں کو حرام کردیا اور اگر کوئی ان کو استعمال کرے تو اس کے لیے حد مقرر کردی۔

4۔ نسل (انسانی)' جس سے بزم ہستی کی رونق ہے' جس کی بقا کے بغیر قدرت کے بے شمار انعامات اور ان گنت خزانے بے مصرف سے ہوکر رہ جائیں گے۔ اس کی افزائش کے لیے نکاح کا حکم دیا اور زن و شوہر کی حسنِ معاشرت کے قواعد بنائے۔ زنا سے روکا اور نافرمانی کرنے والوں کے لیے کوڑوں اور رجم کی عبرت ناک سزائیں مقرر کیں۔

5۔ مال' جس سے یہ ساری کاروباری' صنعتی اور معاشی' عمرانی نشاط وابستہ ہے۔ اس کے لیے خرید و فروخت وغیرہ کے عادلانہ قواعد سکھلائے اور چوری' غصب' سود اور ناجائز لوٹ گھسوٹ کرنے سے منع کیا اور دست درازی کرنے والے لیے سزائیں مقرر کیں۔

اس چیز کو سمجھ لینے کے بعد اب آپ تشریعی اور غیر تشریعی امور کا فرق خود کرسکتے ہیں۔ حضور کریم ﷺ کے وہ اقوال و افعال جن کا تعلق عبادات سے ہے یا ایسی چیزوں کو منع کرنے سے ہے جن سے دین کے اصولوں کو ضعف پہنچتا ہے مثلاً شرک و کفر اور غیر اللہ کے لیے حیوانات ذبح کرنا یا ان سے عقل' جسم' مال اور آبرو کے تلف اور برباد ہوجانے کا خطرہ ہے۔ یا ان میں ایسے حقوق مادیہ اور معنویہ کا بیان ہے جن کے ادا کرنے کا ہمیں حکم ہے جیسے وراثت' اقارب کے نفقہ اور میاں بیوی کے حسنِ معاشرت کے احکام یا ایسے حقوق جن کی پابندی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے جیسے معاملات میں اپنے قول کی پابندی وغیرہ۔ ایسے تمام اقوال و افعال تشریعی ہیں اور ان کی اطاعت تمام امت پر فرض ہے۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے اقوال و افعال جن کا تعلق حقوق اللہ یا حقوق العباد سے نہیں اور نہ ہی ان سے ان بنیادی امور سے ضرر و فساد کا ازالہ مقصود ہے۔ یہ اقوال و افعال غیر تشریعی ہیں۔ مثلاً عادات' صناعت' زراعت اور وہ علوم و فنون جن کا دارومدار بحث و تجربہ پر ہے۔ ان امور کے متعلق جو اقوال ہیں اسے علماء کی اصطلاح میں ارشاد کہا جاتا ہے۔ وہ تشریعی نہیں ہیں۔

علماءِ اصول نے جہاں حضور ﷺ کے افعال کے متعلق بحث کی ہے' وہاں صاف لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے افعال تین قسم کے ہیں۔ پہلے وہ افعال جو حضور ﷺ کی خصوصیات سے ہیں۔ ان میں سے جو حضور ﷺ کے لیے مباح ہیں وہ ہمارے لئے حرام ہیں' مثلاً چار سے زیادہ بیویوں سے نکاح یا صومِ وصال یعنی کئی رات دن بغیر افطار کے روزے رکھے رہنا اور جو حضور ﷺ کے لیے واجب ہیں وہ امت کے لیے مباح ہیں مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تہجد کی نماز فرض تھی تو امت کے لیے مباح ہے' فرض نہیں۔

دوسرے وہ افعال جن کا تعلق جبلت انسانی سے ہے۔ نشست و برخاست خورد و نوش اور چلنا پھرنا وغیرہ جن کا تعلق عبادات سے نہیں۔ ان افعال کی پابندی امت پر فرض نہیں اگر ایسا کریں تو مباح ہے۔

تیسرے وہ افعال جن سے مقصود احکام الٰہی کا بیان اور وضاحت ہے' جن کا تعلق حقوق اللہ اور حقوق العباد سے ہے۔ ان افعال کی اتباع اور اطاعت امت پر فرض ہے اور یہی سنت تشریعی ہے۔

اگرچہ نبی کریم ﷺ کی عادات کریمانہ ہمارے لیے اس معنی میں شرع نہیں کہ ہم ان کی پابندی پر مجبور ہوں اور اگر ان کے خلاف دوسری عادات کو اپنائیں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے نافرمان کہلائیں لیکن اس کے باوجود جن سعادت مندان ازلی کو ذوق محبت کی لذتوں سے آشنا کیا گیا ہے ان کی سیرتیں تو اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ وہ ہر بات میں اپنے محبوب اکرم کی اتباع کو اپنے لیے سرمایۂ سعادت تصور کرتے تھے اور ان کی یہ انتہائی کوشش ہوتی تھی کہ ان سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جو حضور ﷺ کے کسی عمل کے خلاف ہو۔

(ماخوذ از ''سنت خیر الانام ﷺ'' تالیف پیر محمد کرم شاہ الازہری)

کھلا دشمن

رشید عمر

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا ؕ﴾

(فاطر:6)

''بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے۔ تم بھی اسے اپنا دشمن سمجھو۔''

سورۃ البقرہ آیات 168 اور 208 اور انعام 142 تین مقامات پر ایک ہی حکم بغیر کسی حرف کے فرق کے ساتھ یوں دیا گیا:

﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ o﴾

''(اے لوگو!) شیطان کی پیروی نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر شیطان کی انسان دشمنی کو بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ البقرہ میں حضرت آدمؑ پر اس کے پہلے حملے کا ذکر ہے اور اس کی تفصیل سورۃ طٰہٰ میں بیان کی گئی ہے۔

﴿فَوَسْوَسَ اِلَیْہِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰٓاٰدَمُ ھَلْ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَۃِ الْخُلْدِ وَمُلْکٍ لَّا یَبْلٰی ﴿۱۲۰﴾ فَاَکَلَا مِنْھَا فَبَدَتْ لَھُمَا سَوْاٰتُھُمَا وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْھِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّۃِ ۫ وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی ﴿۱۲۱﴾﴾

''تو شیطان نے اُن کے دل میں وسوسہ ڈالا (اور) کہا کہ آدم بھلا میں تم کو (ایسا) درخت بتاؤں (جو) ہمیشہ کی زندگی کا (ثمرہ دے) اور (ایسی) بادشاہت کہ کبھی زائل نہ ہو۔ تو دونوں نے اُس درخت کا پھل کھا لیا تو اُن پر اُن کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں۔ اور وہ اپنے (بدنوں) پر بہشت کے پتے چپکانے لگے اور آدم نے اپنے پروردگار کے حکم کے خلاف کیا تو (وہ اپنے مطلوب سے) بے راہ ہو گئے۔''

گویا پہلے ہی حملے میں جنت کا لباس اتروا کر جنت خلد سے باہر نکلوا دیا۔

سورۃ الحجر میں اللہ کے حضور شیطان نے چیلنج کیا:

﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَھُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۳۹﴾﴾

''(اس نے) کہا کہ پروردگار جیسا تو نے مجھے راستے سے الگ کیا ہے، میں بھی زمین میں لوگوں کے لئے (گناہوں کو) آراستہ کر دکھاؤں گا اور سب کو بہکاؤں گا۔''

سورۂ اسراء کی آیت نمبر 62 میں اس کا چیلنج ان الفاظ میں ذکر ہوا ہے:

﴿قَالَ اَرَءَیْتَکَ ھٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ ؗ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَاَحْتَنِکَنَّ ذُرِّیَّتَہٗٓ اِلَّا قَلِیْلًا o﴾

''(اور ازراہِ طنز) کہنے لگا کہ دیکھ تو یہی وہ ہے جسے تُو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔ اگر تُو مجھ کو قیامت کے دن تک کی مہلت دے تو میں تھوڑے سے شخصوں کے سوا اس کی (تمام) اولاد کی جڑ کاٹتا رہوں گا۔''

سورۂ ص کی آیت نمبر 82 میں اللہ کی عزت کی قسم اٹھا کر کہا:

﴿قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ﴾

''کہا تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا''

قرآن مجید کے جن حقائق کو جانتے مانتے ہوئے اور عملی طور پر آزماتے ہوئے صدیاں بیت رہی ہیں، آج انہی حقائق سے آنکھیں چرا کر انسان شیطان کو دوست بنا رہا ہے۔ شیطان نے اس کے ایمان اور اعتقاد کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔

اُس نے پہلا حملہ انسان کے ایمان باللہ پر کیا۔ چنانچہ لوگوں نے ود، سواع، یغوث، یعوق اور نصر جو قومِ نوحؑ کے صالح افراد تھے، اپنا معبود بنا دیا۔ اور اس اعتقاد میں اتنا پختہ ہو گئے کہ ساڑھے نو سو سال کی تبلیغ کی محنت بھی ان کو سنوار نہیں سکی۔ یہاں تک کہ باری تعالیٰ نے تمام مشرکین کو غرقِ آب کر دیا۔ اور حضرت نوحؑ پر ایمان لانے والے تھوڑے انسانوں کی اولاد سے دنیا کو نئے سرے سے آباد فرمایا۔ اسی لیے حضرت نوحؑ کو آدم ثانی کہا جاتا ہے۔

شیطان نے دوسرا حملہ ایمان بالآخرت پر کیا۔ چنانچہ لوگ سرے سے ہی اللہ اور آخرت کو بھول گئے، اور کہنے لگے:

﴿وَقَالُوْا مَا ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا یُھْلِکُنَآ اِلَّا الدَّھْرُ ۚ﴾ (جاثیہ:24)

''اور کہتے ہیں اور کچھ نہیں بس یہی ہے ہمارا دنیا کا جینا اور مرنا اور نہیں مارتا ہمیں مگر زمانہ''

تیسرا حملہ ایمان بالرسالت پر کیا۔ رسالت کے پیغام کو پسِ پشت ڈال کر مختلف انبیاء کی امتیں مختلف گروہوں میں بٹ گئیں۔ کوئی عیسائی بن گیا اور کوئی یہودی۔ اور آپس میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ جب نبی آخر الزمان نے ان کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہونے کی دعوت دی تو بجائے حضور نبی کریم ﷺ کے دامنِ رحمت میں پناہ لینے کے سب یعنی مشرکین، یہودی اور عیسائی مل کر مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہو گئے۔ مگر اسلام نے ان سب کو ایسا مغلوب کیا کہ صدیوں تک سر نہ اٹھا سکے۔

لیکن آج مسلمان زوال کا شکار ہو چکے ہیں۔ چنانچہ شیطان نے جس کی چالوں کا شکار ہو کر انسان رحمتِ خداوندی سے محروم ہوا تھا، غیر مسلموں کے دلوں میں دشمنی کی آگ کو اور بڑھکا دیا۔ آج پورا عالم کفر ایسے کارخانوں میں تبدیل ہو چکا ہے، جہاں سے انسانی گمراہی کا سامان دھڑا دھڑ بن کر پوری دنیا میں تقسیم ہو رہا ہے۔

مسلمانوں کا معاشرہ زوال کا شکار ہو کر ان سے گمراہی کا سامان خرید رہا ہے اور کفار بے دریغ ان کے مادی وسائل اور سرمایہ حیاتِ اخروی کو لوٹ رہے ہیں۔ شیطان انسانی کمزوریوں کو خوب سمجھتا ہے۔ اور اشتہائے نفس کو بڑھکانے کا سامان فراہم کرتا ہے۔ پیٹ کی آگ کو بجھانے کے لئے کوک، بروسٹ اور برگر کلچر کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ اشتہائے جنس کو بڑھکانے کے لئے بولتی ہوئی متحرک تصویروں کی صنعت کو اتنا فروغ دے دیا ہے کہ لوگ اس کو ضرورت سمجھنے لگے ہیں۔ ٹی وی کے اثرات بد سے آج اسلامی معاشرہ جان و مال اور عزت کے تحفظ سے عاری ہے۔ امانت، دیانت، راست بازی، وفاداری قول و قرار کی پختگی، شہادت حق کی طاقت اور شرم و حیا کی شدید قلت کا شکار ہے۔ معاشرہ گویا اعاظم الرجال کی موجودگی سے خالی نظر آتی ہے۔ اور تنزل کی رفتار اتنی تیز ہو گئی ہے کہ سمجھ نہیں آتی کہ اصلاحِ معاشرہ کا کام کہاں سے شروع کیا جائے۔

شیطانی چالوں کا شکار ہو کر ہم تفرقہ کا ایسا شکار ہوئے ہیں کہ ہماری کئی مساجد کی تعمیر کا محرک اکثر و بیشتر باہمی تفرقہ ہے۔ شیطان نے دین کے نام پر ہمیں بعض ایسے کاموں میں لگا دیا ہے جو دینی نہیں ہیں۔

پختہ ایمان

حبیب اشرف صبوحی

میری والدہ صاحبہ بڑی عبادت گزار اور اللہ پر توکل کرنے والی، بڑی سلیقہ شعار اور باہمت خاتون تھیں۔ والد صاحب کی تنخواہ بہت کم تھی، لیکن والدہ صاحبہ نے اس مختصر تنخواہ میں بھی ہم سب بھائی بہنوں کی تعلیم و تربیت کی اور کبھی اللہ کی ناشکری نہیں کی۔ میں اپنی والدہ صاحبہ کے چند واقعات لکھ رہا ہوں جن سے ان کی عظیم شخصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ میرے والد صاحب ڈاک خانے میں ملازم تھے۔ بڑی قلیل تنخواہ تھی۔ بس کسی نہ کسی طریقے سے گزر بسر ہو رہی تھی۔ والدہ صاحبہ اکثر والد صاحب سے کہتی تھیں کہ اگر کسی مہینے گھر کے اخراجات سے کچھ پیسے بچ جائیں تو گھر کا فلاں فلاں کام ہو جائے، لیکن اخراجات ہر مہینے کسی نہ کسی وجہ سے بڑھ جاتے تھے۔

ایک روز والد صاحب شام کو دفتر سے گھر واپس آئے تو والدہ صاحبہ کو بڑی خاموشی سے ایک بڑی رقم دی اور کہا: ''یہ رقم اپنے استعمال میں لاؤ اور جتنے بھی کام رکے ہوئے ہیں، کر لو۔ یہ سب رقم تمہاری ہے۔ ماضی کے جتنے بھی گلے شکوے ہیں اور خواہشات ہیں اس سے پوری کر لو''۔ والدہ صاحبہ نے خوشی سے پوچھا: ''اتنی بڑی رقم کہاں سے آئی ہے؟'' والد صاحب نے بتایا: ''آج ایک صاحب آئے تھے۔ کافی دیر میرے پاس بیٹھے رہے۔ جب جانے لگے تو یہ رقم میرے پاس بھولے سے چھوڑ گئے۔ میں نے یہ رقم چھپالی۔ کچھ دیر بعد وہ صاحب گھبرائے ہوئے میرے پاس آئے اور کہا: ''میں اپنا ایک تھیلا جس میں کچھ رقم تھی، یہاں تو نہیں بھول گیا؟'' میں نے کہا: ''نہیں آپ کہیں اور بھول آئے ہوں گے۔ تو وہ صاحب چلے گئے''۔ والدہ صاحبہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ رقم اس طریقے سے آئی ہے تو ایک دم ان کا رنگ غم اور پریشانی کی وجہ سے سفید ہو گیا۔ وہ والد صاحب سے کہنے لگیں: ''تم نے اتنی بڑی بے ایمانی کیسے کی؟ یہ بات تمہیں زیب نہیں دیتی۔ میں یہ رقم نہیں لوں گی۔ اس رقم کو واپس کر کے آؤ''۔ والد صاحب نے کہا: ''اس عمل کا گناہ اور ثواب سب میرے ذمے ہے۔ بس تم اس رقم کو استعمال کرو''۔ والدہ صاحبہ نے بڑی سختی سے انکار کیا اور کہا: ''میں یہ رقم استعمال نہیں کروں گی۔ میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا''۔

جب والد صاحب نے دیکھا کہ وہ بہت زیادہ پریشان ہو گئی ہیں، تو کہا: ''میں مذاق کر رہا تھا اور تمہیں آزمانا چاہتا تھا۔ دراصل آج ڈاک خانے کی گاڑی نقد رقم لینے نہیں آئی۔ اس وجہ سے میں یہ رقم گھر لے آیا کہ کہیں ڈاک خانے سے یہ رقم چوری نہ ہو جائے۔ یہ سرکاری امانت ہے۔ صبح واپس لے جاؤں گا''۔ والدہ صاحبہ نے جب یہ سنا تو سکھ کا سانس لیا اور رقم حفاظت سے رکھ لی۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک بار والدہ صاحبہ ایک شادی میں شرکت کے لیے لاہور سے کراچی گئیں۔ اپنے کپڑے، شادی میں دینے کے لیے زیور اور پیسے ایک اٹیچی کیس میں رکھ لیے۔ جب کراچی کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچیں تو دیکھا کہ اٹیچی کیس غائب ہے۔ وہ بڑی پریشان ہوئیں۔ معلوم یہ ہوا کہ جب صبح اذان کے وقت ٹرین حیدر آباد پہنچی تو ایک فیملی جو لاہور سے بیٹھی تھی، جلدی میں اپنے سامان کے ساتھ والدہ صاحبہ کا اٹیچی کیس بھی لے گئی۔ والدہ صاحبہ کہنے لگیں: ''مجھے اللہ پر بھروسہ ہے کہ میرا سامان ان شاء اللہ مل جائے گا''۔

میرا بھانجا جو اسٹیشن پر والدہ صاحبہ کو لینے آیا ہوا تھا، اس نے کہا: ''میں حیدر آباد جاتا ہوں۔ آپ مجھے اٹیچی کیس کی چابی دے دیں۔ میں ان شاء اللہ آپ کا سامان واپس لے کر آتا ہوں''۔ میری والدہ نے کہا کہ اس فیملی نے یہ بتایا تھا کہ اگلے روز ان کے بھائی کی شادی ہے۔ ان کا بھائی ڈاکٹر ہے۔ اور لطیف آباد میں ان کی رہائش ہے۔

میرا بھانجا حیدر آباد دوسرے روز پہنچا اور اپنے ایک دوست کے گھر گیا اور اس سے کہا کہ ایک فیملی ہماری نانی کا اٹیچی کیس لے آئی ہے، میں وہ واپس لینے آیا ہوں۔ تم میری مدد کرو۔ دوست نے کہا: ''ہم صبح لطیف آباد میں تمام ڈیکوریشن والوں کے پاس جاتے ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے کسی ڈاکٹر صاحب کے گھر دعوتی سامان پہنچایا ہے''۔ چنانچہ صبح کو وہ دونوں اپنے مشن پر نکلے اور تمام ڈیکوریشن والوں سے معلوم کیا، لیکن کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ دوسرے روز وہ لطیف آباد میں تمام نکاح خوانوں سے ملے اور پوچھا کہ آپ نے کسی ڈاکٹر صاحب کا نکاح پڑھایا ہے۔ آخر ایک نکاح خواں نے بتایا کہ میں نے فلاں پتے پر ایک نکاح پڑھایا ہے اور لڑکا ڈاکٹر ہے۔ یہ لوگ نکاح خواں سے ڈاکٹر کا پتا لے کر اس کے گھر گئے اور پوچھا کہ کیا آپ کے کچھ رشتے دار لاہور سے فلاں ٹرین سے فلاں وقت پر آئے ہیں؟ ڈاکٹر صاحب نے بتایا: ''ہاں آئے ہیں''۔ میرے بھانجے نے کہا کہ وہ غلطی سے اپنے سامان کے ساتھ میری نانی کا اٹیچی کیس بھی لے آئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے چونک کر کہا' لائے تو ہیں۔ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ وہ اٹیچی کیس آپ ہی کا ہے؟'' میرے بھانجے نے اٹیچی کیس کی چابی ان صاحب کو دی اور کہا: ''اسے لگا کر دیکھ لیں۔ اگر یہ چابی اٹیچی کیس میں لگ جاتی ہے تو وہ ہماری ہے اور اس میں فلاں فلاں سامان بھی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اٹیچی کیس میں جب چابی لگائی تو وہ لگ گئی، اس لیے انہوں نے اٹیچی کیس میرے بھانجے کو دے دیا۔ اس طرح وہ اٹیچی کیس باحفاظت والدہ صاحبہ تک پہنچ گیا' یہ ان کا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ، نیک نیتی اور حق حلال کی کمائی کا نتیجہ تھا کہ سامان بخیریت مل گیا۔

ایک اور واقعہ بھی ہے، جس سے میں بہت متاثر ہوا۔ وہ یہ ہے کہ میرا ایک بار ایک عزیز کی شادی کے سلسلے میں والدہ کو لے کر ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ہمارے ایک ملنے والے آئے۔ انہوں نے والدہ کو ایک بڑی رقم دی اور کہا کہ یہ امانت ہے اور جب مجھے ضرورت ہوگی میں لے لوں گا۔ جب تقریب ختم ہوگئی اور ہم واپسی کے لیے کار پارکنگ میں آئے تو والدہ صاحبہ گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے اوڑھنے کے لیے برقع درست کرنے لگیں اور اپنا پرس جس میں کافی رقم تھی، ایک اسکوٹر کی سیٹ پر رکھ دیا۔ برقع ٹھیک کرنے کے بعد انہیں پرس اٹھانا یاد نہ رہا اور وہ گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ جب آدھا راستہ طے ہو گیا تو میں نے ایک جگہ پٹرول بھروانے کے لیے گاڑی روکی۔ پٹرول ڈلوایا تو میں نے والدہ سے کہا کہ آپ اپنے پرس میں سے کچھ پیسے دے دیں۔ اس پر انہیں یاد آیا کہ وہ اپنا پرس تو وہیں بھول آئی ہیں جہاں انہوں نے برقع درست کیا تھا۔ میں نے پریشانی سے کہا: اس میں تو کافی رقم تھی، اب وہ پرس کہاں ملے گا۔ وہ کہنے لگیں: مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ پرس کہیں نہیں جائے گا۔ جب ہم آدھے گھنٹے بعد وہاں پہنچے تو دیکھا کہ پرس اسی جگہ اسکوٹر کی سیٹ پر رکھا ہوا تھا اور رقم بھی پوری تھی، حالانکہ اس دوران بے شمار لوگ کار پارکنگ میں آئے ہوں گے، لیکن کسی کی پرس پر نظر نہیں پڑی۔ اسے اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی سمجھ لیں۔

ایک اور کردار جس نے مجھے بہت متاثر کیا' وہ میرے دفتر میں کام کرنے والے چاچا عزیز تھے۔ وہ گزشتہ چھ سات سال سے میرے آفس میں ایک چوکیدار کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ ان کے ساتھ چار چوکیدار اور بھی تھے۔ یہ چوکیدار مجھ سے سفارشیں کراتے اور مجھ سے پوچھتے کہ (باقی صفحہ 10 پر)

متحدہ اسلامی محاذ کی صف بندی

سید قاسم محمود

اگلے پارلیمانی انتخابات میں رفاہ پارٹی کی پیش رفت اور کامیابی پر قدغن لگانے کے لیے دوسری اسلام پسند جماعتوں، صوفیہ ومشائخ اور مذہبی گروپوں کو استعمال کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی، تاکہ اسلام کے مقابلے میں اسلام ہی کو صف آرا کر دیا جائے۔ نُورسی تحریک کے امام فتح اللہ جولان یکایک تمام سیاسی پارٹیوں کی امیدوں اور تمناؤں کا مرکز بن گئے۔ شیخ سعید نُورسی (1783۔1960ء) کی وفات کے بعد اُن کی تحریک چار دھڑوں میں بٹ گئی۔ ہر دھڑے نے شیخ نُورسی کے افکار ونظریات ہی کو حرزِ جاں بنایا۔ فتح اللہ جولان کا گروپ اِن میں سب سے زیادہ منظّم و مستحکم تھا اور اس کے لاکھوں پیروکار ملک میں بکھرے ہوئے تھے۔ اس گروپ اور اُس کے امام کے گرد سیاست دانوں کے طواف کا مقصد اگلے انتخابات میں اُن کی تائید وحمایت حاصل کرنا تھا۔ چنانچہ ٹروتھ پارٹی اور مدرلینڈ نے امام کے آگے دانہ ودام ڈالے۔ اسی طرح ری پبلکن پیپلز پارٹی کے رہنماؤں نے بھی کسی سے پیچھے رہنا گوارا نہ کیا۔

دوسری طرف سیکولر عناصر نے ڈاکٹر اسعد جوشان کی بھرپور حمایت کی جو ایک اسلامی جمہوری محاذ کی تشکیل میں مصروف تھے، تاکہ تمام صوفی سلسلے اور مختلف اسلامی جماعتیں ایک پرچم تلے جمع ہو جائیں اور یا ترگت اوزال کی (جو مرحوم صدر ترگت اوزال کے چچازاد اور اربکان کے سابق حامیوں میں سے تھے) یا قومیت و اسلامیت کی علم بردار جماعت گرینڈ یونٹی پارٹی کے قائد محسن یازی اوغلی کی سیاسی قیادت کو تسلیم کر لیں اور اس طرح رفاہ پارٹی کے مقابلے میں یہ محاذ اسلام کا علم بردار بن کر انتخابات میں سامنے آئے اور اسلام پسندوں کے ووٹ منقسم ہو کر سیکولر عناصر کے لیے استحکام کا سبب بن سکیں۔

رفاہ پارٹی کی دستوری جدوجہد

ترکی پارلیمنٹ میں رفاہ پارٹی کے نمائندوں کی تعداد صرف 38 تھی، مگر اس کے سیاسی اثرات کا دشمنوں نے بھی اعتراف کیا۔ رفاہ پارٹی پارلیمنٹ کے اندر ایک خفیہ اسلامی لابی کی تشکیل میں کامیاب ہوگئی اور دوسری پارٹیوں کے اسلام پسند عناصر کے خفیہ تعاون سے مذہب مخالف دستوری حملوں اور دفعات کو اُس نے نکلوا دیا۔ مقصد حقیقی دستوری اصلاحات کا تعارف کرانا تھا۔ دستور کی تہذیب کاری کی طرف یہ پہلا قدم تھا اور اِن سیاسی پارٹیوں کے 345 ووٹوں کی مدد سے دستوری تبدیلیوں کی منظوری بالکل ممکن تھی، کیونکہ ترکی دستور کے مطابق اگر پارلیمنٹ میں تین سو سے زائد ووٹ مل جائیں تو کوئی بھی دستوری تبدیلی کی جاسکتی ہے اور اگر مطلوبہ تبدیلی کے حق میں 270 سے 300 تک ووٹ پڑیں تو ریفرنڈم کے ذریعے تبدیلی کا مرحلہ مکمل ہوگا۔ یہی وہ حکمتِ عملی تھی جس کو رفاہ پارٹی نے اختیار کیا تھا۔

> سیکولر عناصر نے ڈاکٹر اسعد جوشان کی بھرپور حمایت کی تاکہ تمام صوفی سلسلے اور مختلف اسلامی جماعتیں ایک پرچم تلے جمع ہو جائیں اور اس طرح رفاہ پارٹی کے مقابلے میں یہ محاذ اسلام کا علم بردار بن کر انتخابات میں سامنے آئے اور اسلام پسندوں کے ووٹ منقسم ہو کر سیکولر عناصر کے لیے استحکام کا سبب بن سکیں

خود رفاہ پارٹی کا بیان تھا کہ ریفرنڈم کا طریقہ کار سیکولرازم اور مذہب کے درمیان نہیں، بلکہ دین اور اُس کے دشمنوں کے درمیان ریفرنڈم کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ پروفیسر اربکان نے اخباری بیانات میں اعلان کیا کہ وہ مغربی ممالک میں رائج کسی دستور کے نفاذ میں حائل نہیں ہوں گے۔ اگر سوئٹزرلینڈ کا دستور ترکی میں نافذ کر دیا جائے تو انہیں کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ دراصل اُن کا اشارہ اِس حقیقت کی طرف تھا کہ سیکولر مملکتیں تمام مذاہب سے یکساں معاملہ کرتی ہیں، لیکن ترکی کا قانون نرالا ہے۔ انہوں نے مملکت اسپین کی مثال دی جہاں مسلمانوں کو جمعہ کی نماز کے لیے بارہ بجے سے چار بجے تک کا وقفہ ملتا ہے، اور اسکولوں کے مسلمان طلبہ کو جمعہ کے دن چھٹی دی جاتی ہے، اور ترکی میں جہاں مسلمان 99 فیصد ہیں، حکومت جمعہ کو تعطیل نہیں کرتی، جبکہ ہفتہ کو یہودیوں کی تعطیل اور اتوار کو عیسائیوں کی تعطیل رہتی ہے۔

رفاہ پارٹی نے کوشش کی کہ دستور سے دفعہ 24 منسوخ کر دی جائے، جس کی رو سے وہ تمام انفرادی و اجتماعی سرگرمیاں ممنوع قرار پاتی ہیں جو ترکی کے سیاسی، معاشی اور اجتماعی ومعاشرتی نظام کی تبدیلی کو اپنا نصب العین بنائیں اور ایک نئے نظام کے قیام کو مطمحِ نظر قرار دیں۔

رفاہ پارٹی نے دفعہ 68 میں ترمیم کرنے کی بھی کوشش کی۔ یہ دفعہ سیاسی جماعتوں کے اصول وقواعد کی تنظیم سے بحث کرتی ہے۔ رفاہ پارٹی کی تجویز کردہ ترمیم یہ تھی کہ ”سیاسی پارٹیوں کے اصول اور پروگرام جمہوریت اور آزادیٔ فکر کے اصولوں کے مخالف نہ ہوں۔“ مخالفین ترمیم کی اِس تجویز پر بلبلا اٹھے۔ کہا گیا کہ رفاہ پارٹی سیکولرازم کو شکست دینا چاہتی ہے۔ ری پبلکن پیپلز پارٹی نے شور مچایا کہ ”رفاہ پیچھے کی طرف لوٹانا چاہتی ہے اور یہ اُس کا پہلا قدم ہے۔“

چنانچہ دسمبر 1995ء کے پارلیمانی انتخابات میں رفاہ پارٹی کو 21.32 فیصد ووٹ ملے۔ رفاہ پارٹی سب سے بڑی سیاسی جماعت بن کر اُبھری مگر سیکولرازم کی پرستار اور کمالیت کی نقیب سیاسی جماعتیں بھلا اسے حکومت سازی کا موقع کیسے دیتیں۔ ان سب نے مل کر اعلان کیا کہ وہ اسلام پسندوں کے ساتھ کسی مخلوط حکومت میں شامل نہیں ہوں گی، کیونکہ اسلامی نظام کو کسی قیمت پر وہ گوارا نہیں کریں گی۔

دوسری جماعت مدرلینڈ پارٹی تھی جس کے قائد مسعود ایلماز تھے۔ اسے ترگت اوزال نے 1983ء میں قائم کیا تھا۔ 1987ء کے انتخاب میں اسے اکثریت حاصل ہوگئی تھی اور 292 نشستوں پر اِسی کا قبضہ تھا۔ اس وقت دستور کے مطابق ترگت اوزال صدرِ مملکت بن گئے تھے، مگر اگلے انتخاب 1991ء میں اسے شکست ہوئی اور اسے صرف 94 نشستیں حاصل ہوسکیں۔ یہ پارٹی لبرل ازم کی زیادہ حامی اور امریکا سے بہت قریب سمجھی جاتی تھی۔

بائیں بازو کی ڈیموکریٹک پارٹی کے سربراہ بلند ایجویت تھے۔ یہ جماعت اتاترک کے اجتماعی ومعاشرتی انقلاب کی حامی ہے۔ یہ معتدل قومی افکار ورجحانات کی بھی علم بردار ہے۔

ری پبلکن پارٹی، جس کی بنیاد کمال اتاترک نے 1923ء میں رکھی تھی، کمالی افکار کی مکمل وارث اور امین

جماعت ہے۔ یہ سیکولرازم اور الحاد کی سب سے بڑی داعی اور مبلّغ ہے۔ اس کی تاسیس جدید 1983ء میں اردینال انونو نے کی تھی۔

متذکرہ سیکولر پارٹیوں نے رفاہ پارٹی کی راہ میں چٹانیں کھڑی کرنے کی کوششیں کیں۔ (یاد رہے کہ ترکی فوج بھی الحاد اور کمالی اصولوں کی سب سے زیادہ حامی اور محافظ ہے۔ اس سے پہلے ترکی فوج 1960، 1970 اور 1981 میں مداخلت کر چکی ہے اور اس مداخلت کی ایک بڑی وجہ اسلامی رُجحانات کی بیخ کنی رہی ہے۔ 1960ء میں عدنان مندریس کو پھانسی کی سزا اسی لیے سنائی گئی تھی کہ فوج نے اُن پر ''جماعت نُور'' سے ربط رکھنے کا الزام لگایا تھا اور کمال اتاترک کے اصولوں سے بغاوت کی تہمت اُن پر رکھی تھی۔)

آخر کار صدر نے پروفیسر اربکان (رفاہ پارٹی) کو حکومت سازی کی دعوت دی اور انہوں نے تمام پارٹیوں سے صلاح ومشورہ کیا۔ مختلف جماعتوں کے درمیان مصالحتی گفتگو ہوئی۔ بالآخر ٹروتھ پارٹی کی سربراہ تانسو چیلر اور مدرلینڈ کے رہنما مسعود ایلماز نے مل کر مخلوط حکومت بنانے کا دعویٰ پیش کر دیا۔ انتخاب کے ڈھائی ماہ کے بعد 2 مارچ 1996ء کو انہوں نے اعتماد کا ووٹ حاصل کر لیا۔ 544 اراکین پارلیمنٹ میں سے 257 نے تحریک کے حق میں اور 207 نے خلاف ووٹ دیئے۔ 80 ارکان نے اجتناب کیا۔ دونوں حریف پارٹیوں نے اس طرح باہمی سمجھوتہ کیا کہ مسعود ایلماز پہلے سال وزیر اعظم ہوں گے۔ اس کے بعد اگلے دو سال تک تانسو چیلر وزارتِ عظمیٰ کی مسند پر رونق افروز رہیں گی اور چوتھے سال مسعود ایلماز پھر وزیر اعظم ہو جائیں گے۔ چیلر کابینہ سے خارج ہو جائیں گی اور ان کے معتمدِ خاص ناہید مندریس کو نائب وزیر اعظم کے عہدے پر فائز کیا جائے گا۔

یہ مخلوط حکومت اقلیت میں تھی اور پارلیمنٹ میں 15 نشستوں کی مزید حمایت لینے کے لیے اُسے بلند ایجویت کی بائیں بازو والی جماعت ڈیموکریٹک پارٹی کی بیساکھیوں کا سہارا لینا پڑا۔ تحریک اعتماد کی منظوری کے دو دنوں کے بعد ہی ترکی کی پارلیمنٹ نے وزیر اعظم کی ایک یادداشت منظور کی جس کے تحت دس صوبوں میں ایمرجنسی کی توسیع کر دی گئی۔

پروفیسر نجم الدین اربکان بطور وزیر اعظم

مدرلینڈ پارٹی کے رہنما مسعود ایلماز کی وزارتِ عظمیٰ میں حکومت تو تشکیل پا گئی، مگر یہ تین ماہ سے زائد برقرار نہ رہ سکی، کیونکہ افکار ونظریات کے باہمی متصادم ومتضاد ہونے کے ساتھ اعتماد اور حُسنِ ظن کی زبردست کمی اور مفادات ومصالح کے ٹکراؤ نے اتحادی جماعتوں کے درمیان کشاکش پیدا کر دی۔ پھر ترکی رہنماؤں میں کردار کے کھوکھلا پن اور کرپشن اور لامتناہی مادی حرص وطمع نے اس پر مزید غضب ڈھایا۔ اس صورتِ حال کا راست فائدہ اسلام پسند پارٹی ''رفاہ'' نے اٹھایا اور اُس کے رہنما پروفیسر نجم الدین اربکان نے 3 جون 1996ء کو حکومت کے خلاف عدمِ اعتماد کی تحریک پارلیمنٹ میں پیش کر دی۔ اب اسلام پسندوں اور سیکولرازم کے علم برداروں کے درمیان سیاسی جنگ ایک نئے مرحلے میں داخل ہو گئی، مگر یہاں بھی میدان رفاہ پارٹی کے حق میں رہا۔ 316 اراکین پارلیمنٹ نے تحریک کی حمایت کی۔ 122 اراکین نے اِس تحریک کی مخالفت میں ووٹ دیا۔ چار افراد نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا اور 108 اراکین نے اُس نشست ہی کا بائیکاٹ کیا۔ تحریک پر کافی بحث ومباحثہ ہُوا اور 8 جون 1996ء کو یہ مخلوط حکومت زمین بوس ہو گئی۔

اب اِس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اسلام پسند رفاہ پارٹی کو دوبارہ حکومت بنانے کا موقع ملے یا پھر دوبارہ انتخابات کرائے جائیں، جس کے نتیجے میں رفاہ پارٹی کے قطعی اکثریت حاصل کرنے کا خدشہ سبھی پارٹیوں کو تھا۔ چنانچہ اسلام پسندوں کی سیاسی جدوجہد تیز تر ہو گئی۔ اُن کی مدرلینڈ پارٹی اور ٹروتھ پارٹی کی رہنما محترمہ تانسو چیلر سے مفاہمت ہو گئی۔ 28 جون 1996ء کو وزیر اعظم کی حیثیت سے پروفیسر اربکان نے عہدے کا حلف لیا۔ رفاہ 159 ارکان اور ٹروتھ پارٹی 129 اراکین، 36 وزارتوں میں تعداد کے لحاظ سے برابر کی تقسیم عمل میں آئی۔ تانسو چیلر نائب وزیر اعظم اور وزیر خارجہ متعین ہوئیں۔

یہ مخلوط حکومت تقریباً ایک سال کی مدت تک اطمینان اور امن وامان سے حکومت کرتی رہی۔ لیکن کمالی سیکولرازم کے محافظ فوجی جنرلوں کا پیمانۂ صبر لبریز ہو رہا تھا۔ انہوں نے اس مخلوط حکومت کے قیام کی اجازت اس لیے دے دی تھی کہ یہ زیادہ عرصہ نہ چل سکے گی۔ اربکان اپنے اسلامی پروگرام کے نفاذ کے لیے عجلت سے کام لیں گے اور انقلابی طریقِ عمل اختیار کریں گے اور جلد ہی وہ رفاہ پارٹی پر پابندی لگانے اور حکومت کو برطرف کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے، مگر اُن کی توقعات پوری نہیں اتریں۔ اسلام پسندوں نے اعتدال ومیانہ روی، حکمت اور مفاہمت کی راہ اپنائی۔ انہوں نے ملکی معیشت کی اصلاح، ترکی کو دنیا میں جائز اور برابری کا مقام دلانے والے عوامی مسائل کو حل کرنے کی کوششیں دستور کی حدود میں رہ کر کیں، اور اس طرح اُن کی یہ مفاہمت پسندی بھی فوج کے لیے خطرہ بن گئی۔ ذرائع ابلاغ کے سیکولر عناصر نے مہم چلائی کہ پروفیسر اربکان نے اپنے اسلامی ایجنڈے پر سودے بازی کر لی ہے، تاکہ اسلام پسندوں کی عوامی حمایت کا گراف نیچے آ جائے اور دوسری طرف انہوں نے تانسو چیلر کو غیرت دلائی کہ تم نے سیکولرازم کو اسلام پسند اربکان کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے، لیکن تانسو چیلر نے یہ کہہ کر سب کو حیرت میں ڈال دیا ہے کہ یہ حکومت 2000ء تک برقرار رہے گی اور ہم رفاہ پارٹی سے انتخابی اتحاد بھی کر سکتے ہیں۔

(جاری ہے)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ 9 دسمبر بروز اتوار نماز عصر تا 15 دسمبر، بروز ہفتہ
مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو، لاہور میں ہفت روزہ

ملتزم و مبتدی تربیت گاہیں

منعقد ہو رہی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اِن میں شامل ہوں
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت
برائے رابطہ: 0321-7061586 042-6316638-6366638

میچورٹی

جاوید چودھری

ہمیں بہرحال ماننا پڑے گا، ہماری فوج کی سوچ میں میچورٹی آئی ہے اور 2007ء کی فوج اور 1977ء، 1969ء اور 1958ء کی فوج میں بڑا فرق ہے۔

پاک فوج 27 اکتوبر 1958ء کو پہلی بار اقتدار میں آئی تھی، جنرل ایوب خان یونیفارم سمیت اقتدار پر قابض ہوگئے۔ جنرل ایوب خان وردی کی طاقت سے واقف تھے لہٰذا وہ ریٹائر نہیں ہونا چاہتے تھے۔ اس وقت کے جرنیلوں نے اس کا بڑا دلچسپ حل نکالا۔ انہوں نے ایوب خان کو فیلڈ مارشل بنا دیا۔ فیلڈ مارشل فوج کا انتہائی عہدہ ہوتا ہے۔ اس عہدے پر متمکن جرنیل کبھی ریٹائرڈ نہیں ہوتا اور فیلڈ مارشل کے انتقال کے بعد بھی اس کے ساتھ ریٹائر کا لفظ نہیں لگتا۔ ایوب خان کو 27 اکتوبر 1959ء کو فیلڈ مارشل بنایا گیا اور 1969ء تک پاک فوج ان کی کھال اور ڈھال رہی۔ ایوب خان نے فیلڈ مارشل کی یونیفارم پہن کر ملک میں بنیادی جمہوریتوں کا نظام (بی ڈی سسٹم) قائم کیا۔ یکم مارچ 1962ء میں اپنی مرضی کا آئین نافذ کیا۔ ملک میں صدارتی نظام تشکیل دیا۔ دس ہزار بی ڈی ممبروں کے ذریعے خود کو باوردی صدر منتخب کرایا۔ محترمہ فاطمہ جناح کی کردارکشی کی۔ 1965ء کی جیتی ہوئی جنگ تاشقند میں ہاری اور مشرقی پاکستان میں علیحدگی کا بیج بویا لیکن فوج نے اپنے کمانڈر کو تنہا نہ چھوڑا۔ ایوب خان کے دور میں پورا مشرقی پاکستان ایوب خان کے خلاف لاوے کی طرح ابلتا رہا۔ ساری سیاسی جماعتیں ایوب خان کے خلاف متحد ہوئیں۔ بانئ پاکستان کی ہمشیرہ اور مادرِ وطن محترمہ فاطمہ جناح ایوب خان کے خلاف باہر آئیں اور پورا یورپ، سارا امریکہ اور تمام مشرقِ وسطیٰ ایوب خان کے خلاف بیانات دیتا رہا لیکن فوج نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا، یہاں تک کہ 25 مارچ 1969ء کو ایوب نے تھکاوٹ اور بیماری سے نڈھال ہو کر اپنا قلم دان جنرل یحییٰ خان کے حوالے کر دیا اور یحییٰ خان نے انہیں نہایت عزت اور احترام سے گھر بھجوا دیا۔ جنرل یحییٰ خان پاکستان کے دوسرے فوجی صدر تھے۔ جنرل یحییٰ خان نے 25 مارچ 1969ء کو فیلڈ مارشل سے اقتدار لیا اور 26 مارچ کو خود کو صدر ڈیکلیئر کر دیا۔ جنرل یحییٰ خان نے اپنے تین سالہ اقتدار میں بے شمار کارنامے سرانجام دیئے۔ انہوں نے ون یونٹ توڑا، ملک میں ایک فرد ایک ووٹ کا قانون نافذ کیا، ایل ایف او کی بنیاد رکھی۔ جنرل یحییٰ خان کی ہٹ دھرمی کے ردعمل میں عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں بغاوت کا اعلان کیا۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے کرنسی نوٹ اور ڈاک ٹکٹوں پر بنگلہ دیش کی مہریں لگائیں اور سرکاری عمارتوں سے پاکستانی پرچم اتار دیئے۔ جنرل یحییٰ خان نے مخالفت کے باوجود 25 اور 26 مارچ 1971ء کو مشرقی پاکستان میں فوجی آپریشن کا حکم دے دیا۔ یہاں تک کہ جنرل یحییٰ خان کی ضد کے ہاتھوں ملک ٹوٹ گیا لیکن فوج نے اپنے جنرل کا ساتھ نہ چھوڑا۔ جنرل یحییٰ

اگر ایک آدھ ہفتے میں ہمارے سیاستدانوں نے سیاسی میچورٹی کا ثبوت نہ دیا تو ثابت ہوجائے گا اس ملک کی بدقسمتی کے اصل ذمہ دار سیاستدان ہیں فوج نہیں، ہمارے سیاستدانوں کی زندگی کا واحد مقصد اقتدار ہے اور وہ اقتدار کے لئے ملک، ضمیر اور اخلاقیات تک کی قربانی دے سکتے ہیں

خان 20 دسمبر 1971ء تک برسرِاقتدار اور یونیفارم میں رہے اور اپنے مرضی سے اقتدار ذوالفقار علی بھٹو کے حوالے کیا اور ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے جنرل یحییٰ خان اور سات دوسرے جرنیلوں کی ریٹائرمنٹ کا حکم جاری کیا۔ جنرل محمد ضیاء الحق پاکستان کے تیسرے فوجی صدر تھے۔ جنرل صاحب نے 5 جولائی 1977ء کو اقتدار سنبھالا، مارشل لاء لگایا اور پاکستان میں منافقین کا ایک ایسا لشکر جرار تیار کیا جو سیاست سے بیوروکریسی اور بیوروکریسی سے معیشت تک ملک کی نسوں میں سرایت کر گیا اور آج تک باہر نہیں نکلا، جنرل ضیاء الحق نے یونیفارم کو قائم رکھنے کے لئے ریفرنڈم سے غیر جماعتی انتخابات تک تمام حربے استعمال کئے اور ان کے ''فوجی رفقاء'' نے ہر میدان میں ان کا بھرپور ساتھ دیا یہاں تک کہ 17 اگست 1988ء کو جنرل ضیاء الحق فضائی حادثے میں شہید ہوگئے اور ان کے رفقاء کو بامر مجبوری ان کی یونیفارم اتارنا پڑی، پاکستان کے بے شمار تجزیہ نگاروں کا فیصلہ ہے اگر جنرل صاحب حادثے میں شہید نہ ہوتے تو وہ آج بھی یونیفارم میں ہوتے اور ملک پر حکومت فرما رہے ہوتے۔

ہم اگر ان تین ادوار کا تجزیہ اور مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا، ماضی کی فوج اپنے کمانڈروں کی ملک سے زیادہ وفادار تھی۔ فیلڈ مارشل ایوب خان ہوں، یحییٰ خان ہوں یا جنرل ضیاء الحق، تینوں ادوار میں جرنیلوں کے خلاف سیاسی اتحاد بھی بنے، جلسے اور جلوس بھی ہوئے، بین الاقوامی طاقتوں نے دھمکیاں بھی دیں، ملک میں بم دھماکے بھی ہوئے اور بم دھماکوں میں سینکڑوں، ہزاروں لوگ فوت بھی ہوئے، جنگیں بھی ہوئیں اور ان جنگوں میں ملک بھی ٹوٹا لیکن جرنیلوں اور افسروں نے اپنے کمانڈروں کی حفاظت جاری رکھی اور فیلڈ مارشل ایوب خان ہوں، جنرل یحییٰ خان یا جنرل ضیاء الحق، فوج نے کبھی حالات کی آنچ اپنے کمانڈروں کی یونیفارم تک نہیں پہنچنے دی۔ لیکن جب ہم ان تینوں ادوار کا تقابل موجودہ حالات سے کرتے ہیں تو ہمیں 2007ء کی فوج پچھلے فوجی ادوار سے مختلف دکھائی دیتی ہے۔ 2007ء میں 28 نومبر آیا اور پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار جنرل پرویز مشرف نے نہ صرف یونیفارم اتاری بلکہ پُرامن طریقے سے فوجی کمان بھی جنرل اشفاق کیانی کے حوالے کر دی۔ 28 نومبر 2007ء کا یہ دن فوج کی میچورٹی اور معاملہ فہمی کا ثبوت ہے اور یہ دن ثابت کرتا ہے فوج نے 40 سال اقتدار میں رہنے کے بعد بہت کچھ سیکھا ہے۔ فوج جان گئی ہے سیاسی معاملات کو ''پوائنٹ آف نو ریٹرن'' تک لے جانے کا کیا نقصان ہوتا ہے؟ فوج کو معلوم ہوگیا ہے کوئی ایک شخص اداروں کے لئے ناگزیر نہیں ہوتا اور اگر ملک قائم اور فوج سلامت ہے تو ہم سب بھی سلامت اور قائم ہیں اور اگر خدانخواستہ کسی ایک شخص کے ساتھ وفاداری نبھاتے نبھاتے فوج یا ملک کو نقصان پہنچ گیا تو ہم سب دربدر ہو جائیں گے اور باقی زندگی غیروں کے برتن مانجھتے یا گندے کپڑے دھوتے گزار دیں گے۔ ہمیں یہ بھی ماننا پڑے گا صدر پرویز مشرف نے بھی میچورٹی کا ثبوت دیا۔ وہ بھی بھانپ گئے یہ 1958ء، 1969ء یا 1977ء نہیں اور 2007ء میں انسانی شعور اس مقام تک پہنچ چکا ہے، جہاں سے اب چیزوں کو زیادہ دیر تک چھپایا اور سنبھالا نہیں جا سکتا۔ وہ جان گئے ہیں 1977ء تک خودکش حملوں کی ٹیکنالوجی ایجاد ہوئی تھی

اور نہ ہی دنیا میں کمپیوٹر، انٹرنیٹ، موبائل فون اور سیٹلائٹ ٹیلی ویژن چینلز تھے۔ چنانچہ اب مائیکروچپ کی اس ایج میں ایوانِ صدر یا کیمپ آفس میں بیٹھ کر حکومت کرنا آسان نہیں۔ صدر پرویز مشرف انسانی، عوامی اور فوجی شعور میں اضافے کو بھی بھانپ گئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے جنرل ضیاء الحق، جنرل یحییٰ خان اور فیلڈ مارشل ایوب خان کی طرح ضد نہیں کی اور باوقار طریقے سے فوج سے الگ ہو گئے۔ ہمیں اس میچورٹی پر صدر پرویز مشرف اور فوج دونوں کو مبارک باد پیش کرنی چاہئے۔

ہمیں ماننا پڑے گا کہ پاکستان کے سیاسی حالات تبدیل ہو رہے ہیں اور چند ماہ میں فوج سیاست سے پوری طرح الگ ہو جائے گی۔ میں جنرل اشفاق پرویز کیانی کو ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ میری ان سے ملاقات بھی رہی تھی۔ وہ خالصتاً فوجی ذہن کے پڑھے لکھے شخص ہیں۔ لہٰذا مجھے یقین ہے وہ فوج کو بہت جلد فوجی دائروں میں واپس لے جائیں گے اور اس کے بعد سیاست صرف سیاستدانوں کا کھیل رہ جائے گی لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کیا 2007ء تک پہنچ کر ہمارے سیاستدان بھی میچور ہوئے ہیں؟ کیا انہوں نے بھی 60 برس کے سیاسی حالات سے کچھ سیکھا ہے؟ کیا جمہوریت، رول آف لاء اور سیاسی جدوجہد پر ان کا ایمان بھی مضبوط ہوا ہے؟ اور کیا فوج کی طرح ہمارے سیاستدانوں کے دل میں بھی اداروں کا تقدس پیدا ہوا ہے؟ ہم بدقسمتی سے یقین سے ابھی کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اب تک کے زمینی حقائق ثابت کرتے ہیں، جس ملک میں صدر پرویز مشرف نے پرامن طریقے سے وردی اتار دی اس ملک میں محترمہ بےنظیر بھٹو، مولانا فضل الرحمان اور میاں نواز شریف عدلیہ کے مسئلے پر ابھی تک متفق نہیں ہوئے۔ اس ملک کا سیاستدان آج بھی سیاسی منافقت اور اقتدار کی ہوس میں مبتلا دکھائی دیتا ہے اور وہ آج بھی مشترکہ جمہوری جدوجہد پر رضامند نہیں۔ چنانچہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے اگر ایک آدھ ہفتے میں ہمارے سیاستدانوں نے سیاسی میچورٹی کا ثبوت نہ دیا تو صدر پرویز مشرف اور چودھری شجاعت حسین سچے اور ہم سب جھوٹے ثابت ہو جائیں گے اور یہ ثابت ہو جائے گا اس ملک کی بدقسمتی کے اصل ذمہ دار سیاستدان ہیں فوج نہیں۔ یہ ثابت ہو جائے گا ہمارے سیاستدانوں کی زندگی کا واحد مقصد اقتدار ہے اور وہ اقتدار کے لئے ملک، ضمیر اور اخلاقیات تک کی قربانی دے سکتے ہیں۔ مجھے خطرہ ہے اگر ہمارے سیاستدان متفق نہ ہوئے تو ججوں اور سول سوسائٹی کی قربانی ضائع ہو جائے گی اور یہ ثابت ہو جائے گا ہمارے سیاستدانوں نے سو پیاز اور سو جوتے کھا کر بھی کچھ نہیں سیکھا تھا اور ہمارے سیاستدان ابھی میچورٹی اور اخلاص سے سینکڑوں میل دور ہیں۔ (بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

﴿مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ﴾

حقیقی کامیابی کے لئے ہر انسان
کی اولین ضرورت یہ ہے ——
کہ وہ جانے
کہ میں کون ہوں؟
کہاں سے آیا ہوں؟
کیوں آیا ہوں؟
مجھے مر کر جانا کہاں ہے؟
اور مجھے اس زندگی میں کیا
کرنا چاہئے تاکہ یہاں اور
مرنے کے بعد جہاں جانا ہے
وہاں سکون سے رہ سکوں

ماہنامہ
حکمتِ بالغہ جھنگ
جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب
کا
حقیقتِ انسان نمبر

حصہ اول: حقیقت انسان
فکر انسانی کے آئینے میں

حصہ دوم: حقیقت انسان
قرآن وسنت کی رو سے

حصہ سوم: حقیقی انسانی زندگی: تقاضے اور لوازم

یہ جاننے کے لئے
مطالعہ کیجئے

قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر 2 ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
فون: 047-7628561-7628361

تنظیمی اطلاعات

☆ حلقہ بہاولنگر و بہاولپور کی مقامی تنظیم فورٹ عباس سے رفقاء کی آراء، امیر حلقہ کی تجویز اور اراکین عاملہ سے مشورہ کے بعد امیر محترم نے جناب وقار اشرف کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر کیا ہے۔

☆ حلقہ بہاولنگر کی مقامی تنظیم بہاولپور سے رفقاء کی آراء، امیر حلقہ کی تجویز اور اراکین عاملہ سے مشورہ کے بعد امیر محترم نے جناب غلام حیدر سکھرانہ کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر کیا ہے۔

☆ حلقہ بالائی سندھ کی مقامی تنظیم شاہ بجو سے رفقاء کی آراء، امیر حلقہ کی تجویز اور اراکین عاملہ سے مشورہ کے بعد امیر محترم نے جناب احمد صادق سومرو کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر کیا ہے۔

ضرورتِ رشتہ

☆ لاہور کی رہائشی لڑکی، عمر 23 سال، انجینئرنگ کے آخری سال میں زیرِ تعلیم، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لئے دینی مزاج کی حامل فیملی سے برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 042-5181551 0301-4464845

☆ بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم اے فلسفہ (گولڈ میڈلسٹ) لیکچرار کراچی یونیورسٹی، صوم وصلوٰۃ اور شرعی پردے کی پابند، مدرسہ قرآن کے لئے اردو سپیکنگ فیملی سے رشتہ مطلوب ہے۔ برائے رابطہ: 0322-2499735

☆ ملک فیملی کو اپنی بچی، عمر 25 سال، تعلیم بی اے (جاری) پابند صوم وصلوٰۃ کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ برائے رابطہ محمد جہانگیر: 0333-4273815

☆ لڑکا Css، عمر 30 سال اور لڑکی ایم اے سوشیالوجی، عمر 22 سال، دونوں کے لئے دینی گھرانوں سے رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ:

042-5839700 0333-4235546

سید عاصم محمود

امریکا میں صیہونی لابی کی طاقت

گو امریکی حکومت کا کہنا ہے کہ امریکا میں صیہونی لابی اس کے اقدامات پر اثر انداز نہیں ہوتی لیکن پچھلے دنوں ایک واقعے نے ثابت کر دیا کہ وہ اسرائیل کے ہاتھوں یرغمال بنی ہوئی ہے۔ ہوا یہ کہ اقوام متحدہ میں امریکی سفیر زلمے خلیل زاد نے اناپولس معاہدے کے سلسلے میں ایک امریکی قرارداد تیار کی اور اُسے سلامتی کونسل کے 15 ارکان کے سامنے پیش کر دیا۔ تمام ارکان نے قرارداد کی تائید کی جس پر خلیل زاد کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا۔ جب اسرائیلی حکومت کو اس قرارداد کی بابت پتا چلا، تو وہ چراغ پا ہوگئی۔ اوّل اس لیے کہ وہ سلامتی کونسل کو فلسطینی ریاست کے قیام کے سلسلے میں درمیان میں نہیں لانا چاہتی۔ دوم اس لیے کہ زلمے خلیل زاد نے قرارداد بناتے ہوئے اسرائیلیوں سے کیوں رابطہ نہیں کیا۔ یاد رہے اقوام متحدہ میں مسئلہ فلسطین کے سلسلے میں ہر قرارداد پیش کرنے سے قبل امریکی اسرائیلیوں سے گفت و شنید کرتے ہیں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ خلیل زاد نے اسرائیلی حکومت سے رابطہ کیے بغیر امریکی قرارداد سلامتی کونسل کے سامنے پیش کر دی۔

اب اسرائیل نے صیہونی لابی کے ذریعے امریکی حکومت پر اتنا دباؤ ڈالا کہ اس نے سلامتی کونسل میں پیش کی گئی قرارداد واپس لے لی۔

ایران اور یورپی یونین کے مذاکرات ناکام

امریکا یورپی یونین کے ذریعے ایران پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ وہ اپنا یورینیم کی افزودگی کا منصوبہ ختم کر دے۔ اس سلسلے میں پچھلے دنوں ایرانی نمائندے سعید جلیلی اور یورپی یونین کے نمائندے، ہاویئر سولانا کے مابین لندن میں مذاکرات ہوئے۔ یہ گفت و شنید کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ختم ہوگئی۔ تاہم مذاکرات جاری رکھنے پر اتفاق کیا گیا۔ ایران نے ایک بار پھر یہ اعلان کیا ہے کہ وہ کسی صورت یورینیم کی افزودگی کا منصوبہ نہیں روکے گا۔

آسٹریلیا کی عراق سے واپسی

آسٹریلیا کے نومنتخب وزیر اعظم کیون رڈ نے اعلان کیا ہے کہ اگلے سال کے وسط میں عراق میں تعینات آسٹریلوی فوجی وطن واپس آ جائیں گے۔ فی الوقت عراق آپریشنز سے 1500 آسٹریلوی فوجی وابستہ ہیں، تاہم صرف 550 ہی جنگی سرگرمیوں میں حصہ لے رہے ہیں۔ یاد رہے، رڈ نے انتخابی مہم میں عوام سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آسٹریلوی فوجیوں کو واپس بلا لیں گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسئلہ عراق کے سلسلے میں آسٹریلیا کی پالیسی بدل گئی ہے۔

تسلیمہ نسرین بھارت میں

بنگلہ دیش کی متنازع ناول نگار تسلیمہ نسرین آج کل بھارت میں مقیم ہیں اور وہاں کے مسلمان اس کی موجودگی کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ ان کے اعتراضات کی شدت کم کرنے کے لیے تسلیمہ نے اپنی آپ بیتی میں سے وہ جملے حذف کرنے کا اعلان کیا ہے جن پر مسلمانوں کو اعتراض ہے۔ ملعون سلمان رشدی کی طرح تسلیمہ نسرین بھی چھپتی پھرتی ہے۔ ظاہر ہے جو توہین رسالت جیسے جرم کا مرتکب ہو، در در بھٹکنا اس کا مقدر بن جاتا ہے۔

کردوں پر ترک حملہ

ترکی کی پارلیمان نے عراق میں کردستان ورکرز پارٹی کے جنگجوؤں پر حملے کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ اسی لیے پچھلے دنوں ترک فوج نے عراق کے اندر جا کر پارٹی کے ایک فوجی کیمپ پر بڑا حملہ کیا۔ ترکی کا دعویٰ ہے کہ اس حملے میں پارٹی کے کئی جنگجو ہلاک ہوگئے۔ تاہم کردستان ورکرز پارٹی کے ترجمان کا کہنا ہے کہ اس قسم کا کوئی حملہ نہیں ہوا۔ یاد رہے، پارٹی کے تقریباً تین ہزار جنگجو ترک حکومت کے خلاف مسلح کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔

2008ء میں فلسطینی ریاست کا قیام؟

امریکا کی آشیرباد سے اناپولس میں ہونے والی کانفرنس میں طے پایا ہے کہ 2008ء کے آخر تک آزاد فلسطینی ریاست قائم کرنے کے سلسلے میں بھرپور کوششیں کی جائیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ ممکن ہے؟ گو اسرائیلی وزیر اعظم یہود اولمرٹ نے کہا ہے کہ اگر علاقے میں فلسطینی ریاست قائم نہ ہوئی تو طویل المیعاد طور پر اسرائیل کی سالمیت خطرے میں پڑ جائے گی۔ حقیقت یہی ہے کہ آزاد فلسطینی ریاست قائم ہونے کے بعد ہی مشرق وسطیٰ میں کسی حد تک امن قائم ہوگا۔

لیکن اناپولس میں اپنے اپنے ملک کی نمائندگی کرنے والے دونوں رہنما ان گنت مسائل کا شکار ہیں۔ اولمرٹ پر رشوت اور بے ایمانی کے مقدمے چل رہے ہیں۔ ان کی اپنی پارٹی کا تقاضا ہے کہ وہ استعفیٰ دے ڈالیں۔ اُدھر محمود عباس کو حماس کا سامنا ہے جس نے غزہ پر کنٹرول رکھا ہوا ہے۔ انہی وجوہ کی بنا پر اسرائیل اور فلسطین، دونوں ممالک کے عوام کا خیال ہے کہ 2008ء میں آزاد فلسطینی ریاست کا قیام تقریباً ناممکن ہے۔

پاکستانی ایٹمی پروگرام کے خلاف موساد کی کارروائیاں

حال ہی میں دو انگریز صحافیوں کی نئی کتاب ڈیسیپشن (Deception) شائع ہوئی ہے۔ اس میں انکشاف کیا گیا ہے کہ ستائیس اٹھائیس سال قبل موساد نے ایک نہایت خفیہ منصوبے کے ذریعے یورپ میں ان اداروں اور لوگوں کو نشانہ بنایا تھا جو ایٹم بم بنانے میں پاکستان اور پاکستانیوں کی مدد کر رہے تھے۔ اس سلسلے میں موساد کو امریکی حکومت کا بھی تعاون حاصل تھا۔ اس انکشاف سے ظاہر ہے کہ امریکی حکومت ربع صدی قبل ہی ڈاکٹر عبدالقدیر کے خلاف منصوبے بنانے لگی تھی اور آخر کار 2003ء میں اُسے کامیابی مل ہی گئی۔

کتاب کے مطابق موساد کا پہلا شکار ڈاکٹر خان کا دوست ہینز میبوس تھا۔ اس نے 1979ء میں پاکستان میں فلورائڈ اور یورینیم کنورژن پلانٹ بنانے میں پاکستانیوں کی مدد کی تھی۔ 1981ء میں مغربی جرمنی کے شہر ارلانگن میں واقع اس کے گھر ایک خط موصول ہوا جس میں بم تھا۔ خوش قسمتی سے ہینز گھر میں موجود نہیں تھا لیکن بم پھٹنے کی وجہ سے اس کا کتا ہلاک ہوگیا۔

1981ء میں سوئٹزرلینڈ کے شہر برن میں واقع ایڈورڈ جرمن کے گھر کے باہر بھی ایک بم دھماکہ ہوا۔ ایڈورڈ نے 1979ء میں پاکستان کو گیس فیکشن اور سولڈیفکیشن یونٹ فروخت کیا تھا۔ برن پولیس تفتیش کے باوجود معلوم نہ کر سکی کہ یہ بم دھماکہ کس نے کرایا تھا۔ چھان بین سے یہ بھی انکشاف ہوا کہ ایسے ہی چند اور حملے بھی ہو چکے ہیں اور حملہ آوروں کا کچھ پتا نہیں چل سکا۔

18 مئی 1981ء کو جنوبی جرمنی کے قصبے مراکوف میں ایک اور بم دھماکہ ہوا۔ یہ بم اس کمپنی کے باہر ایک کار میں رکھا گیا تھا جو 1976ء سے پاکستان کو ایٹمی منصوبے کے سلسلے میں آلات فراہم کر رہی تھی۔

چیچن خواتین کو نقاب کی ہدایت

چیچنیا کے صدر نے ٹی وی پر قوم سے خطاب کے دوران خواتین کو نقاب کرنے کی ہدایت کر دی ہے۔ صدر نے سرکاری دفاتر میں داخل ہونے والی خواتین کو سر ڈھانپنے کا حکم دیا ہے اور کم از کم دو یونیورسٹیوں میں طالبات کو سر ڈھانپے بغیر کلاسوں میں جانے سے روک دیا گیا۔

صدر رمضان قدیروف نے کہا کہ عوام کو اپنی روایات کا احترام کرنا چاہیے۔ واضح رہے کہ چیچنیا جو روس سے آزادی کی جدوجہد کر رہا ہے، کی آبادی کی اکثریت مسلمان ہے۔ چیچن شہریوں نے صدر کے اس اقدام کو سراہا ہے۔

ministers, Benazir Bhutto and Nawaz Sharif, are the perfect example of the political corruption on the name of democracy. From 1988 to 1998 Benazir Bhutto and Nawaz Sharif came to power twice. On both occasions both failed to sustain and promote democracy in the country. Both were accused of corruption and lawlessness. Both promoted a culture of favouritism and political briberies. During the tenure of Ms Bhutto, from 1993 to 1996, lawlessness was so high and insecurity was so acute that people were openly inviting the army to take over. It was not only political instability which created concern among the people, but economic disorder and chaos in the law and order of the country. On the other hand, Nawaz Sharif first came to power in November 1990 as the prime minister. Earlier he had been chief minister of Punjab backed by former dictator General Zia ul Haque. The Sharif family's wealth is built around steel, paper, sugar and textile mills and his business empire rose astronomically during the 1980s and 1990s. Mr. Sharif and his family did not miss any chance to further increase their assets.

Looking into the political profiles of Benazir Bhutto and Nawaz Sharif and how the army culture works, it is hard to believe that this time they will not accept a deal with the current regime of Musharraf or any other future general.

Pakistan has an unfortunate history of absolute despotism. The country whose creation was based on the basic principles of democracy has never known anything other than autocratic rule. The facts are simple: how can a true democratic system ever be expected to evolve in Pakistan when it is governed by the army and where over 60 per cent of the population is controlled by feudalism and tribalism?

Today, Western forces, including the United States, are demanding President General Musharraf remove his current emergency rule in Pakistan and hold democratic elections as soon as possible. Today, these foreign forces are talking about democracy for the people of Pakistan. On the other hand, the historical facts will confirm that these western forces always supported army rulers in Pakistan as long as they needed them. General Zia ul Haque was backed by the United States during his ten years of military rule as his support was needed to look after the Taliban in the war in Afghanistan against Russian invasion. General Musharraf has been supported by the United States and Western powers for the last six years so that he can support the US-led operation in Afghanistan against the Taliban, Osama Bin Laden and other anti-western religious groups. So, where was the call for democracy in those days?

The biggest issue today in Pakistan is not to hold the election and form new assemblies and civil ministries. The important issue is civic understanding and liberty for the people of Pakistan to objectively achieve a process of fair and fruitful democraticisation. Pakistan needs a revolution - a complete reformation in all civil institutions - elimination of the feudal system, fanatic ideologies, involvement of the army in the civil government, the supremacy of the judiciary and freedom of speech. Pakistan needs a continuous and independent process of development whose control should not be in the hands of foreign powers.

Therefore, should President Musharraf hold the election in Pakistan, it will not change the lives of the common people nor will it change the corrupt system of governance.

دعائے صحت کی اپیل

☆ پی یوڑ کے ملتزم رفیق میاں راحت جان علیل ہیں۔

☆ تیمر گرہ کے مبتدی رفیق نصر اللہ جان کی اہلیہ شدید بیمار ہیں۔

قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ رفیق تنظیم ذیشان دانش خان کی خالہ وفات پاگئیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللهم اغفر لها وارحمها وادخلها في رحمتك و حاسبها حسابا يسيرا

بقیہ: اداریہ

ہے کوئی لکھاری جو ایسی تحریر لکھے جس سے خواب خرگوش کے مزے لوٹنے والی یہ قوم بیدار ہو جائے، جاگ جائے اور جان لے کہ اُس کی آزادی پر ڈاکہ ڈالا جانے والا ہے۔ ہے کوئی مقرر جس کی تقریر اس قوم کے ضمیر کو جھنجھوڑ ڈالے۔ اس کے شعور میں آزادی کی قدر و قیمت راسخ کر دے۔ ہمیں جان لینا چاہئے کہ آزادی کھو دی تو ہمارا نیا آقا ہندو مہاجن ہوگا۔ ہماری یادداشت بہت کمزور ہے ورنہ کون نہیں جانتا کہ متحدہ ہندوستان میں 1937ء کے انتخابات میں کامیاب ہو کر مکمل حاکمیت حاصل کئے بغیر اُس نے مسلمانان ہند پر کیسے کیسے ظلم کے پہاڑ توڑے تھے۔ آزادی کے بعد کئی ہزار مسلم کش فسادات ہوئے۔ کتنی مساجد جلا کر خاک کر دی گئیں۔ ہمارے لئے اب صرف ایک راہ کھلی ہے کہ اسلام کے نظام عدل وقسط کو دل و جان سے قبول کریں اور اپنا لیں۔ ہمیں یہ سزا اللہ سے کئے گئے وعدے سے منحرف ہونے پر ملی ہے۔ قوم کا ہر فرد سوچے کہ اگر میں خود پر اسلام نافذ کر لوں اور معاشرے کو اسلامی اقدار پر استوار کرنے کی کوشش کروں تو اس ملک میں اسلامی نظام قائم ہو سکتا ہے اور یہی ہماری بقاء کا واحد راستہ ہے۔ ورنہ حکمرانوں پر انحصار کیا تو امریکی اخباروں اور تھنک ٹینک کے جارحانہ انداز پر فارن آفس کی وضاحتیں ہنوز دلی دور است کہنے کے مترادف ہے۔ اے مسلمانان پاکستان جاگ جاؤ! اس سے پہلے کہ خود میر سو جائے روتے روتے۔

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No. 44

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Syed Atiq ul Hassan

Democracy in Pakistan - which one?

Which democracy in Pakistan is the international community talking about? Is it the democracy where the army sets the rules of the game? Or is it all about staging an election and installing a civil parliament of the same landlords-cum-politicians who control more than 60 per cent of the country and of those religious-cum-politicians who target the remaining illiterate people in the name of religion?

One should not be surprised at the latest political development in President General Pervez Musharraf's rule, as it is the usual military business in Pakistan. Whatever General Musharraf has done in his 8-year-rule and whatever he is trying now is a reproduction of the actions of the past military rulers.

To understand the shortcomings in the governance and the democratic system, one must see where these weaknesses are in the political structure of Pakistan. To begin with, government power is concentrated in the hands of an elitist bureaucracy and over-ambitious military, and the deeply rooted dominant feudal system in most of the parts of Pakistan shares a common interest with the army. On top of all this, the traditional power brokers, the religious-cum-political parties, are always ready to give their allegiance to anyone, including army generals, who promise to protect their material interests in the country.

From the first army dictator - Field Marshal General Ayub Khan - to the current General Pervez Musharraf, only the faces of the army generals have changed - the rule of the game is the same.

In 1958, Ayub Khan established military rule in Pakistan through the first introduction of marshall law in the country. In his ten year rule, Ayub Khan promoted landlords into the political and bureaucratic establishment. When he decided to shield his army rule with a customized democracy, he reshaped the Pakistan Muslim League into the conventional Muslim League. He brought Zulfiqar Ali Bhutto as one of his frontline campaigners for his customized democracy (Zulfiqar Ali Bhutto was a foreign return barrister and a top level landlord of Sind being a son of Sir Shah Nawaz Bhutto). Since then the army has been sharing power with the bureaucrats and the landlords in Pakistan, whether it is a pure army rule or purported democratically run government. The army picks and chooses the bureaucrats, the landlords-cum-politicians and even the judges of the highest civil courts. Unfortunately, in the current situation, now the top level civil judges are also behaving like leaders of political parties and are asserting to the army that they are another force beside landlords, religious leaders and bureaucrats to share a part in the ruling-game.

In 1971, for the first time, the people of Pakistan were given the chance to vote for democracy in a comparatively open and free environment by another army dictator General Yahya Khan (General Ayub Khan's successor). However, the free elections were not enough. Controlled by the landlords and influenced by religious parties, the people of Pakistan, unfortunately, elected those voracious leaders who did not want to give up the chance of ruling the country. With the exception of a few religious and political leaders, Zulfiqar Ali Bhutto and his Pakistan People Party won the race in West Pakistan (current Pakistan) and Shaikh Mujeeb-ur-Rehman and his Awami League won in East Pakistan (current Bangladesh). The dogmatic agenda of both political leaders and the brutal civil conflict which ensued in former East Pakistan changed in the map of Pakistan. Bengalis made East Pakistan their independent country - Bangladesh. Six years later when the time came to continue the democratic process and accept the will of the people of Pakistan, Zulfiqar Ali Bhutto declared himself the first civil marshal law administrator in response to the country-wide demonstrations against his alleged rigging in the general election of 1977.

Establishing democracy is not just the same as casting votes, electing government heads and installing assemblies. It is a continuous process of nation building. Without widespread political awareness, education, civil liberties, rule of law and freedom of speech, any kind of election can only give birth to an ambitious and corrupt system with power-greedy political leaders. This is what has happened in Pakistan for the last five decades.

The top two democracy campaigners in Pakistan in the current so-called democratic movement against the regime of Musharraf and also the two times democratically elected prime